نور الحبیب ۲۰۰۶

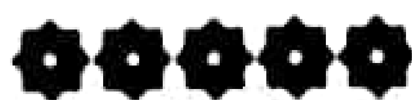
جلد 11

خُلَفاءِ راشدین

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

پاس دارِ وفا، جانِ صبر و رضا، روحِ صدق و صفا، رہبر اتقیا، خادم مصطفیٰ، بولو وہ کون تھا؟
وہ ابوبکر تھا
افضل مرد ماں، بعد پیغمبراں، دین کا پاسباں، عشق کا رازداں، شوق کی داستاں دل پہ جو لکھ گیا
وہ ابوبکر تھا
تاج دارِ عرب، مردِ عالی نسب، رہ شناسِ ادب، جس نے با صد طرب، اپنا سرمایہ سب راہِ حق میں دیا
وہ ابوبکر تھا
عزم کی پختگی، روح کی تازگی، صدق کی روشنی جس کی دنیا میں تھی، غم گسارِ نبی عمر بھر جو رہا
وہ ابوبکر تھا
مومن اوّلیں، رہبر مومنیں، نازشِ عالمیں، فخر دنیا و دیں، عظمتوں کا امیں جس کا کردار تھا
وہ ابوبکر تھا
زندگی بے دغل، بے نیازِ اَمل، زیست کا ماحصل، عہدِ روزِ ازل، کشت زارِ عمل جس سے شاداب تھا
وہ ابوبکر تھا
مومن نیک خو، دین کی آبرو، درد کا چارہ جو، زیست میں چار سو، خیر کی جستجو جس کا معمول تھا
وہ ابوبکر تھا
مردِ صاحب نظر، قوم کا راہبر، رہبر نامور، محترم معتبر، دوست دارِ بشر جس کا ہر فعل تھا
وہ ابوبکر تھا
ہجر احمد ﷺ کا غم، دل پہ بارِ اَلم، فکر حفظ حرم، پھر بھی با چشم نم، درس ضبطِ اَلم جس نے سب کو دیا
وہ ابوبکر تھا
لاکھ رنج و محن، خطرۂ جان و تن، خوفِ دار و رسن، تنگ ارضِ وطن، پھر بھی جو گامزن راہِ حق پر رہا
وہ ابوبکر تھا

اطہر نقوی



سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بحیثیت محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ عشق و محبت کے پیکر اور ایثار و وارفتگی کا نمونہ تھے، وہ آپ کے غسالہ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، تیروں کی بارش میں سپر بن کر آگے کھڑے ہو جاتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان و مال نچھاور کرنا، ان کی عین تمنا اور ایک نگاہ التفات کو پا لینا، ان کے لیے زندگی کا حاصل تھا--- آنسوؤں سے مسکراہٹ تک انہوں نے حیات رسول کی ایک ایک ادا کو کتاب ذہن میں منقش کر لیا تھا--- یہ سارے ہی آسمان عشق و محبت کے ستارے تھے، مگر جو محبت کا سوز اور عشق کا گداز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں نظر آتا ہے، وہ تاریخ محبت کے کسی اور صفحہ پر نہیں ملتا--- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آسمان محبت کے نیّر اعظم، وارفتگان رسالت کے مقتداء، حسن نبوت کی تجلی اوّل اور مظہر انوار رسالت تھے---

محبت کے ایک مرحلہ میں طالب کے نزدیک مطلوب کا وجود ہی حسن تمام ہوتا ہے، جو وصف اس کے محبوب میں ہو، وہ حسن ہے اور جو صفت اس کے محبوب میں نہ ہو، وہ قبح سے عبارت ہوتی

ہے---وہ محبوب کی صرف مدح سن سکتا ہے، برائی کے لیے اس کے کان بہرے ہیں---جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ---

"کسی شئے کی محبت تمھیں اس کا عیب دیکھنے سے اندھا اور اس کا عیب سننے سے بہرا کر دیتی ہے"---

اگر واقع میں محبوب میں نقص ہو تو وہ محب کو نظر نہیں آتا، تو جس کا محبوب ہو ہی حسن مطلق اور بے عیب، اسے اپنے محبوب کی شان میں عیب سننا کب گوارا ہو سکتا ہے۔

ابو جہل نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا، تم سا بد صورت کوئی نہیں، تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تڑپ کر بے ساختہ پکار اٹھے:

"حضور! آپ جیسا تو حسین کوئی نہیں ہے"---

جب محبت شدید ہوتی ہے تو محبّ کے ذہن میں ہر وقت محبوب کی فکر، زبان پر اس کا ذکر اور دل میں اس کی یاد رہتی ہے---وہ اس کے علاوہ کسی بات کو سوچ نہیں سکتا، اس کے بغیر کسی کو دیکھ نہیں سکتا، چناں چہ مشہور ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ---

"جس کو جس سے محبت ہوتی ہے، وہ اسی کی یاد میں رہتا ہے"---

تبھی تو جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ تمھیں دنیا میں کیا پسند ہے؟ تو بے اختیار بولے:

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ---[منبہات ابن حجر، صفحہ ۲۱]

"بس حضور ﷺ کے رخ زیبا کو دیکھنا"---

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انگشتری دی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھوا لاؤ، انگشتری پر بس اللہ تعالیٰ کا نام ہو، رسول کا نام نہ ہو---عقل محض نے یہ مان لیا مگر ابو بکر کا مزاج نہیں مانا، بے صبر محبت نہیں مانی، چناں چہ اللہ تعالیٰ کا نام لکھا کر لائے اور اس کے رسول کا نام بھی لکھا کر لائے، جب انگوٹھی حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو اس پر اللہ، محمد اور ابو بکر لکھا ہوا تھا---پوچھا، تمھیں تو صرف اللہ لکھانے کے لیے کہا تھا؟

ابو بکر نے کہا، حضور! آپ کا نام تو میں نے لکھوایا ہے، کیوں کہ مجھے پسند نہ آیا کہ میں اللہ تعالیٰ

کے نام سے آپ کا نام جدا کر دوں، اپنا نام میں نے نہیں لکھوایا---

حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابو بکر کا نام ہم نے لکھوایا ہے، ابو بکر کو ہمارے نام سے آپ کے نام کی جدائی پسند نہیں اور ہمیں آپ کے نام سے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے نام کا فراق ناپسند ہے---[تفسیر کبیر، جلد۱، صفحہ۸۷]

کمال محبت کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ محبوب کے احکام کی اتباع کی جائے، اس کی رضا جوئی میں منہمک اور مستغرق رہے، جس طرح قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ---

"اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کرو"---

اور فرمایا:

اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ---

"اللہ اور اس کا رسول اس کے مستحق ہیں کہ انہیں راضی کرتے"----

تبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال طلب فرمایا تو شاہراہ عشق کے سالکین دوڑ پڑے، کوئی اپنا چوتھائی مال لے کر آیا، کوئی اپنی آدھی متاع لے کر آیا اور ابو بکر صدیق گھر کا گھر اٹھا لائے---حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ---

"اپنے اہل کے لیے کیا چھوڑا؟"---

ابو بکر نے جواباً دیا:

اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ---

"بس اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں"---[مشکوٰۃ، صفحہ۵۵۵]

قاعدہ یہ ہے کہ اپنے نفس اور اہل کا حصہ رکھ کر صدقہ کیا جائے اور یہ صحیح نہیں کہ اپنا سارا مال صدقہ کر کے خود صدقہ کا مستحق ہو جائے، اس لیے صدقہ میں سارا مال دینا جائز نہیں---لیکن محبت کے قانون میں محبوب کے مطالبہ کے بعد مال کو پاس رکھنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کاروان عشق کے سالار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر اپنی متاع کل کو لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا---

حضور سید عالم ﷺ نے وصال سے پہلے رومیوں سے جنگ کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا--- لشکر کی روانگی سے پہلے حضور ﷺ کا وصال ہو گیا، حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور اندرون ملک کئی فتنے کھڑے ہو گئے، بعض ارباب عقل کی رائے تھی کہ ایسے میں لشکر کو ملک سے باہر بھیجنا مصلحت کے خلاف ہے، کیوں کہ ملک کے اندر فتنہ ہے اور باہر سے حملہ کا خدشہ ہے، لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک ہی جواب تھا کہ مجھ سمیت تمام مسلمانوں کا شہید ہو جانا میرے لیے آسان ہے، لیکن حضور ﷺ کے فرمان کو بے عمل چھوڑ دینا میرے لیے مشکل ہے---[تحفہ اثنا عشریہ، صفحہ ۵۵۰]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہر عمل اتباع رسول اور ہر سانس رضائے رسول میں صرف ہوتا تھا، ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ منشائے رسالت کے مطابق اور مزاج رسول میں ڈھلا ہوا تھا---

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں صحابہ حاضر ہوئے، اچانک حضور ﷺ نے سوال کیا:

آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟---

صرف ابوبکر صدیق ہی تھے، جنھوں نے کہا، یارسول اللہ! میں روزے سے ہوں---

حضور ﷺ نے پھر پوچھا، آج تم میں سے جنازہ کے ساتھ کون گیا تھا؟---

ابوبکر بولے، اے آقا! میں گیا تھا---

حضور ﷺ نے پھر استفسار فرمایا، تم میں سے کسی نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟---

ابوبکر نے کہا، میں نے یارسول اللہ!---

حضور سید عالم ﷺ نے پھر دریافت فرمایا، آج تم میں سے کسی نے مریض کی عیادت کی ہے؟---

یہ ابوبکر ہی تھے جو بولے، میں نے یارسول اللہ---

حضور ﷺ نے فرمایا:

"کسی شخص میں یہ تمام اوصاف مجتمع نہیں ہوں گے، مگر وہ شخص جو جنتی ہو گا"---[مشکوٰۃ، صفحہ ۱۶۷]

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"میں نے جس شخص پر بھی اسلام پیش کیا، اس نے اسلام قبول کرنے میں کچھ نہ کچھ تردد یا توقف کیا، سوائے ابوبکر کے"---[سیرت طیبہ، جلد ۱، صفحہ ۴۴۲]

عشق بے تاب دلائل کا تابع نہیں ہوتا، ابو بکر تو توجہ کے منتظر تھے، جیسے ہی حضور ﷺ نے دعوت ایمان دی، ابو بکر صدیق لبیک کہہ کر حرم ایمان میں داخل ہو گئے--- پھر ایمان کی جو شمع ابو بکر صدیق کے سینہ میں روشن ہوئی، اس کی فیض آفریں شعاعوں نے دوسروں کے سینہ کو بھی منور کر دیا---

چنانچہ عثمان بن عفان، عثمان بن مظعون، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، یہ سب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے---[استیعاب علی ھامش الاصابہ، جلد۲، صفحہ۲۴۲]

آپ رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا، جنہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا، جن میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل ہیں---[الاصابہ، جلد۲، صفحہ۳۴۳]

جب محبت کی عطائیں اور عشق کی نوازشیں ہوتی ہیں تو محبوب کے جلوے فقط محبّ کے ظاہر پر اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ اس کے باطن کو بھی نوازتے ہیں--- ابو بکر کی سیرت و کردار، فطرت اور مزاج، غرض ہر جگہ تجلیات رسالت فروزاں تھیں، جس طرح رسول اللہ ﷺ کے مزاج میں اللہ تعالیٰ پر اتنا عظیم توکل تھا کہ مال دنیاوی نہ ہونے پر بھی مطمئن رہتے تھے، یہی مزاج حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بن گیا تھا--- تبھی توکل کا کل مال اطمینان سے راہ خدا میں دے دیا تھا اور یہ کوئی اتفاق نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کا بے پناہ اثر تھا کہ جس طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات، حیات رسول ﷺ کے مطابق تھی، اسی طرح ابو بکر صدیق کی وفات بھی وفات رسول ﷺ کے مطابق تھی--- جس طرح خیبر میں حضور ﷺ کے جسم اطہر میں یہودیہ کا زہر پہنچا اور فی الفور اس کے اثر سے آپ ﷺ کا وصال نہیں ہوا، بلکہ کچھ عرصہ کے بعد اسی کے اثر سے آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اسی طرح غار ثور میں ابو بکر صدیق کے جسم میں سانپ کا زہر پہنچا، جس کا فوراً اثر نہیں ہوا اور چند سالوں کے بعد اسی اثر سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا---[مشکوٰۃ، صفحہ۵۵۶]

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور سید عالم ﷺ کی مجلس سے کبھی غیر حاضر نہیں رہے، ہر غزوہ میں آپ کی ڈھال اور ہر سفر میں پا بہ رکاب رہتے تھے، ہر خدمت کے موقع پر حاضر رہتے تھے اور ہر ضرورت پر کام آتے تھے--- ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ نے خود فرمایا:

''مجھے کسی کے مال سے وہ نفع نہیں پہنچا، جو صدیق اکبر کے مال سے پہنچا ہے''---

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا تو رونے لگے، عرض کیا، حضور! میں بھی آپ کا ہوں،

میرا مال بھی آپ کا ہے---[مرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۲۸۶]

ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا:

مال اور رفاقت میں میرے لیے سب سے زیادہ موجب امتنان ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں---[مشکوٰۃ، صفحہ ۵۵۴]

آں امنّ النـــاس بر مولائے ما

آں کلیمے اوّل سینائے ما

مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے متعدد جاں نثار موجود تھے، لیکن جب حضور ﷺ نے سفر ہجرت کا قصد فرمایا تو رفاقت کے لیے نگاہ انتخاب صرف حضرت ابوبکر صدیق پر پڑی---اس موقعہ پر حضور سید عالم ﷺ کے دو غلاموں نے حضور کی خاطر جان کو خطرہ میں ڈالا ہوا تھا، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بستر رسالت پر کفار کے نرغے میں تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پاؤں سانپ کے منہ پر تھا---[مشکوٰۃ، صفحہ ۵۵۶]

محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کا اعتماد حاصل کرے اور یہ اعتماد آپ کے ان دونوں غلاموں کو حاصل تھا---حضرت علی کو حضور ﷺ نے کفار کے اموال کا محافظ بنایا اور حضرت ابوبکر صدیق کو سرکار نے اپنی جان کا امین بنایا---ایک دشمنوں کے گھیرے میں مال کی حفاظت پر مامور تھا اور دوسرا موت کے منہ میں قدم ڈالے محبوب کے جلوؤں پر پہرہ دے رہا تھا---

غار ثور میں تین دن اور تین راتیں اس طرح گزریں کہ تجلیات رسالت بلا شرکت و بلا واسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منعکس ہو رہی تھیں---رسالت کی خوش بوؤں سے ابوبکر کا دل و دماغ مہک رہا تھا اور انوار رسالت، ابوبکر میں اس طرح جذب ہو رہے تھے کہ ابوبکر سراپائے رسول کا مظہر بن گئے تھے، حتیٰ کہ جب حضور اکرم ﷺ، ابوبکر کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھنے والے دھوکا کھا گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یہ رسول اللہ ہیں---

کہتے ہیں کہ تلوں کو اگر ایک رات پھولوں میں بسا دیا جائے تو وہ تل پھولوں کے مظہر ہو جاتے ہیں اور ان کا تیل بھی خوش بودار ہوتا ہے، جب پھولوں کا قرب ایک رات میں تلوں کو اپنا مظہر بنا دیتا ہے تو جسے تین راتیں رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل ہوا ہو، وہ کیوں کر مظہر رسول نہ ہو گیا ہو گا؟---تبھی جب ابوبکر صدیق مدینہ منورہ پہنچے تو اس شان سے پہنچے کہ چہرہ ابوبکر کا تھا، جمال رسول اللہ ﷺ کا، قامت ابوبکر کی تھی اور چال رسول اللہ ﷺ کی تھی، گفتار رسول اللہ ﷺ

جانشین مصطفیٰ ﷺ ---سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کائنات میں انبیاء ورسل کے بعد سب سے اعلیٰ، سب سے افضل اور سب سے برتر ہستی کون سی ہے؟ تو بلا تامل جواب ہوگا "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" کیوں کہ آپ کی اس عظمت ورفعت کا اعلان خود سید الانبیاء والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے بایں الفاظ کیا ہے:

مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَ لَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ---[ا]

"انبیاء ومرسلین کے بعد ابوبکر صدیق سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع وغروب نہیں ہوا"---

یعنی سیدنا صدیق اکبر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کائنات بھر میں سے افضل واعلیٰ ہیں---

حضرت سیدی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پوچھا:

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ---[۲]

''حضور ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر و برتر کون ہیں؟---

آپ نے فرمایا: ''ابوبکر''---

اسی افضل الخلق بعد الانبیاء والمرسلین کے حالات زندگی کے حوالے سے چند امور پیش خدمت ہیں:

ولادت باسعادت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل (جب حبشہ کا بادشاہ ابرہہ، ہاتھیوں کے لشکر سے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا) سے تقریباً دو سال چار ماہ بعد ہوئی---[۳]

آپ رسول اللہ ﷺ سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے---[۴]

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی[۵] تب سن عیسوی ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء اور بکرمی یکم جیٹھ ۶۲۸ تھا---[۶]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے گھر میں تشریف فرما تھے اور اپنے اپنے میلاد کے حوالے سے محو گفتگو تھے---جس کا خلاصہ اور حاصل یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک حضرت ابوبکر سے زیادہ تھی---[۷]

بوقت ولادت اعلانِ خداوندی

حافظ ابن عساکر، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا وُلِدَ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ اَقْبَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی جَنَّۃِ عَدْنٍ فَقَالَ: وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا اُدْخِلُکِ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ ھٰذَا الْمَوْلُوْدَ---[۸]

''جب ابوبکر صدیق کی ولادت ہوئی، تو اللہ تعالیٰ جنت عدن سے مخاطب ہوا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اے جنت! تجھ میں صرف ان ہی لوگوں کو داخل کروں گا جو اس نومولود سے محبت رکھے گا''---

نام و نسب

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی زمانہ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے

تبدیل کر کے عبداللہ تجویز فرمایا---[۹]

آپ کے والد ماجد ابو قحافہ کا نام عثمان تھا، جن کا تعلق بنو تیم قبیلہ سے تھا اور نسب اس طرح ہے:

اَبُوْ قُحَافَۃَ عُثْمَانُ بْنُ عَامِرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّۃِ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فَھْرِنِ الْقُرَشِیُّ التَّیْمِیُّ---[۱۰]

والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر سلمٰی تھا، ان کی نسب حسب ذیل ہے:

سَلْمٰی بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمٍ---[۱۱]

القاب

آپ عتیق اور صدیق کے لقب سے ممتاز ہیں، جب کہ کنیت آپ کی ابو بکر ہے---

عتیق

بعض کا خیال ہے کہ عتیق آپ کا نام تھا، مگر صحیح یہ ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے---[۱۲]

آپ کو عتیق کیوں کہا جاتا ہے؟ چند وجوہ حسب ذیل ہیں:

- آپ کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، جب آپ پیدا ہوئے تو والدہ آپ کو بیت اللہ شریف لے گئیں اور دعا کی:

"بارالہا! اسے موت سے آزاد کر کے میری خاطر زندگی عطا فرما دے"---

دعا قبول ہوئی اور آپ کا لقب عتیق پڑ گیا---[۱۳]

- ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا:

ھٰذَا عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ---[۱۴]

"یہ من جانب اللہ جہنم کی آگ سے آزاد (محفوظ) ہیں"---

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے دوسری روایت میں ہے، فرماتی ہیں:

ایک دن میں اپنے گھر میں موجود تھی، باہر رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، میرے اور صحابہ کے درمیان پردہ حائل تھا، اچانک ابو بکر حاضر خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا:

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ---[۱۵]

"جو دوزخ سے آزاد شخص کو دیکھنا پسند کرے، وہ ابوبکر کی زیارت کرے"---

اگرچہ بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق پہلے سے تھا مگر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے لقب عتیق کو شہرت مل گئی---[۱۶]

- عتیق بمعنی حسن و جمال---چوں کہ آپ بہت حسین و جمیل تھے، اسی وجہ سے لوگ آپ کو عتیق کہتے تھے---[۱۷]

شیخ ابن جوزی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کا لقب عتیق رکھا---[۱۸]

- آپ کی نسب میں کوئی عیب نہ ہونے اور حسن نسب کی وجہ سے عتیق کہا گیا---[۱۹]
- عتیق بمعنی قدیم---آپ رضی اللہ عنہ کیوں کہ قدیم الاسلام ہیں اور ابتداء ہی سے خیر اور بھلائی آپ کے لیے مقدر ہو چکی تھی، اس لیے عتیق ٹھہرے---[۲۰]

صدیق

آپ کا سب سے مشہور لقب صدیق ہے---حافظ ابن عبدالبر اس کی توجیہ بیان کرتے ہیں:

لِبِدَارِہٖ اِلٰی تَصْدِیْقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ کُلِّ مَا جَاءَ بِہٖ ﷺ---[۲۱]

"آپ نے ہر معاملہ میں حضور ﷺ کی تصدیق کرنے میں پہل کی، اس لیے آپ کا لقب صدیق رکھا گیا"---

شیخ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ خود حضور ﷺ نے آپ کا لقب صدیق رکھا اور فرمایا:

"میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے، ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تھوڑی مدت کے لیے خلیفہ رہیں گے"---[۲۲]

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نام---صدیق

دیلمی، ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

یَا اَبَا بَکْرٍ! اِنَّ اللّٰہَ سَمَّاکَ الصِّدِّیْقَ---[۲۳]

"اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے"---

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ یہ لقب اللہ رب العزت نے نازل فرمایا، آپ حلفیہ بیان کرتے ہیں:

لَا نَزَّلَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِسْمَ اَبِیْ بَکْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّیْقَ---[۲۴]

''اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لیے صدیق کالقب آسمان سے نازل فرمایا''---

واقعۂ معراج کی تصدیق

امام حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں:

آپ کا یہ لقب شب معراج کے اگلے دن کی صبح سے مشہور ہوا---[۲۵]

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شب معراج سے اگلے دن مشرکین مکہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کرو گے؟--- انہوں نے دعویٰ کیا ہے:

''راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں''---

ابوبکر صدیق نے کہا:

''بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے، میں تو صبح و شام اس سے بھی اہم اور مشکل امور کی تصدیق کرتا ہوں''---

اس واقعہ سے آپ کا لقب صدیق مشہور ہو گیا---[۲۶]

ابن سعد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو وہب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ سفر معراج سے واپسی پر وادی طویٰ پہنچے تو آپ نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا، میری قوم اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرے گی، جبریل امین علیہ السلام نے کہا:

یُصَدِّقُکَ اَبُوْبَکْرٍ وَ ھُوَ الصِّدِّیْقُ---[۲۷]

''ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے، وہ صدیق ہیں''---

کنیت---ابوبکر

عرب میں بالعموم کنیت کا رواج تھا، یہ کبھی اولاد کے نام پر ہوتی ہے، جس طرح حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور کبھی کسی اور مناسبت کے پیش نظر رکھ دی جاتی، جیسے ابوہریرہ، ابوتراب وغیرہ---

حضرت صدیق اکبر، ابوبکر کی کنیت سے مشہور ہوئے، اس کی وجہ تسمیہ کیا تھی، صحیح بخاری کی ایک روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بنوکلب قبیلہ کی بکر نامی عورت آپ کے نکاح میں تھی، جسے ہجرت کے موقع پر آپ نے طلاق دے دی تھی---[۲۸]

البتہ آپ کی اولاد میں سے بکر یا بکرہ نامی کسی کا ذکر نہیں ملتا، جس کی نسبت سے ابو بکر کنیت رکھی گئی ہو---

امام زرقانی فرماتے ہیں، آپ کی کنیت ابو بکر، حضور محمد مصطفیٰ ﷺ نے رکھی یا کسی اور نے، اس بارے کچھ پتا نہیں چل سکا، زمخشری نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے:

لِابْتِکَارِہِ الْخِصَالَ الْحَمِیْدَۃَ---[۲۹]

"اپنی ذات میں اوصاف حمیدہ جمع کرنے میں سبقت لے جانے کی وجہ سے آپ کو ابو بکر کہا گیا"---

زمخشری کی بیان کردہ توجیہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے---

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آسمانی نام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک مرتبہ جبریل امین علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ابو بکر صدیق کا قریب سے گزر ہوا، جبریل نے عرض کی، یارسول اللہ! وہ ابو قحافہ کے صاحبزادے ہیں؟---

حضور ﷺ نے فرمایا، تم آسمانوں میں رہنے والے انہیں پہچانتے ہو؟---

جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی:

وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَھُوَ فِیْ السَّمَاءِ اَشْھَرُ مِنْهُ فِی الْاَرْضِ، وَ اِنَّ اِسْمَهٗ فِیْ السَّمَاءِ الْحَلِیْمُ---[۳۰]

"قسم ہے آپ کو مبعوث فرمانے والے کی! ابو بکر کا زمین کی نسبت آسمانوں پر زیادہ شہرہ ہے، وہاں ان کا نام حلیم ہے"---

حلیہ مبارکہ

آپ کا رنگ سفید، رخسار ہلکے ہلکے، چہرہ باریک اور پتلا، پیشانی بلند، منحنی جسم، چادر باندھتے تو نیچے ڈھلک جاتی اور داڑھی کو سرخ وسیاہ مہندی سے رنگا کرتے---[۳۱]

آپ کی نشو ونما مکہ مکرمہ میں ہوئی، کبھی کبھی تجارت کے لیے باہر جاتے--- آپ نہایت متمول شخص تھے، قریش میں اخلاق وعادات، فضل وشرف اور احسان کے لحاظ سے اہم مقام کے حامل تھے[۳۲] قریش کے مشہور قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ نے آپ کے اوصاف حسنہ کا

بایں الفاظ اعتراف کیا:

اِنَّکَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَ تَصِلُ الرَّحِمَ، وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ، وَ تَقْرِی الضَّیْفَ، وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ---[۳۳]

"اے ابوبکر! بے شک آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں مصیبت زدہ افراد کے کام آتے ہیں"---

عہد جاہلیت

امام نووی فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار دور جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور اہل مشاورت میں ہوتا تھا--- آپ کی شخصیت نہایت محبوب تھی، قریش کے معاملات کو بہتر طور پر سمجھتے تھے---[۳۴]

قبائل عرب میں باقاعدہ کوئی بادشاہ نہ ہوتا تھا، بلکہ ہر قبیلہ کے سردار کے ذمہ کوئی نہ کوئی خدمت تفویض کر دی جاتی، چناں چہ دیت اور تاوان کی ذمہ داری سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی---[۳۵]

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں، آپ اسلام سے پہلے کے دور میں بھی نہایت وجیہ اور رؤسائے قریش میں سے تھے، اشناق یعنی دیت وخون بہا کے فیصلے آپ کے سپرد تھے، آپ کا فیصلہ سب کے لیے قابل قبول ہوتا، اگر کسی قاتل کے آپ ضامن ہو جاتے تو اسے معتبر سمجھا جاتا، جب کہ کسی اور کی ضمانت قابل لحاظ نہ سمجھی جاتی---[۳۶]

شراب نوشی سے محفوظ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شروع ہی سے سلیم الفطرت تھے، شراب نوشی سے عمر بھر محفوظ رہے---

ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب نوشی کی ہے؟ آپ نے فرمایا:

"میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"---

صحابہ نے وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا:

"مجھے اپنی عزت اور مال کی حفاظت مطلوب تھی، شراب نوشی عزت و آبرو کے لیے باعث نقصان ہے"---

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا:

صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ---[۳۷]

''ابوبکر سچ کہتے ہیں، (واقعی انہوں نے کبھی شراب نوشی نہیں کی)''---

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وَ اِنَّہٗ کَانَ قَدْ حَرَّمَ الْخَمْرَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ---[۳۸]

''آپ نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب کو حرام کر رکھا تھا''---

بت پرستی سے نفرت

ایک ایسے معاشرے میں جہاں کھلے عام بتوں کی پوجا کی جاتی، آپ دور جاہلیت میں بھی بت پرستی سے محفوظ رہے--- حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں انصار و مہاجر صحابہ کرام ﷡ حاضر تھے، سیدنا ابو بکر صدیق نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کی حیات مقدس کی قسم، میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا، یہ سنتے ہی حضرت عمر نے کہا، زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے حفاظت کا دعویٰ کیوں کر ممکن ہے؟---

اس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷜ نے اپنے بچپن کا وہ واقعہ سنایا، جب آپ کے والد انھیں بت خانہ لے گئے، بتوں کی تعریف کی اور کہا، یہ تیرے معبود ہیں--- آپ نے بت سے کہا، میں بھوکا ہوں کھانا کھلا--- ننگا ہوں، کپڑے پہنا--- پھر پتھر اٹھایا اور کہا! اگر معبود ہے تو خود کو بچا لے--- زور سے پتھر مارا، بت اوندھا گر گیا--- ابو قحافہ کو سخت رنج پہنچا، گھر آ کر حضرت ابو بکر صدیق ﷜ کی والدہ سے شکایت کی--- انہوں نے کہا، اس بچے کو کچھ نہ کہو، یہ ابھی میرے شکم میں تھا تو غیب سے ندا آئی:

یَـا اَمَۃَ اللّٰـہِ عَلَـی التَّـحْـقِیْـقِ

اَبْشِـرِیْ بِـالْـوَلَـدِ الْـعَتِیْـقِ

اِسْـمُـہٗ فِـیْ السَّـمَـاءِ الصِّـدِّیْـقِ

لِـمُـحَـمَّـدٍ صَـاحِـبٌ وَّ رَفِیْـقِ

''اے اللہ کی بندی! تجھے بشارت ہو، ایک آزاد بیٹے کی--- جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا رفیق ہوگا''---

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ﷜ نے جب واقعہ سنایا تو سیدنا جبریل امین علیہ السلام حضور ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا:

''ابوبکر نے سچا واقعہ بیان کیا ہے''---[۳۹]

قبول اسلام

رسول اللہ ﷺ سے آپ کی شروع ہی سے دوستی تھی، آپ حضور ﷺ کے ندیم خاص اور راز داں تھے--- بعثت سے پہلے حضور ﷺ غیب سے آواز سنتے، کوئی پکارتا: یا محمد--- اس خصوصی راز سے آپ نے ابوبکر کو آگاہ فرمادیا---[۴۰]

۱۸ سال کی عمر میں آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ بغرض تجارت شام کا سفر اختیار فرمایا، اس موقع پر بحیرہ راہب کے ہاں اور راستہ میں حضور ﷺ کی برکات اور ارہاصات کا مشاہدہ فرماتے رہے---[۴۱]

مزید برآں بعثت نبوی سے پہلے آپ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، آسمان پر چودھویں کا چمکتا ہوا چاند اچانک پھٹ گیا، اس کے ٹکڑے مکہ کے ہر گھر میں بکھر گئے، پھر یہ ٹکڑے سمٹ کر اکٹھے ہوئے اور یہ چمکتا ہوا چاند آپ کی گود میں آ گیا--- آپ نے خواب اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) کے عالم کو سنایا تو اس نے تعبیر بتائی کہ وہ نبی محتشم، جن کا انتظار ہے، اس آخر الزماں نبی ﷺ کے آپ معاون و مددگار رہوں گے--- سو جب حضور کی بعثت ہوئی تو آپ نے بلا توقف، بغیر کسی پس و پیش کے اسلام قبول کرلیا---[۴۲]

آپ کے قبول اسلام کے سلسلے میں بہت سے واقعات کتب سیر و مناقب میں مرقوم ہیں، لیکن خود حضور ﷺ کے بعض ارشادات کی روشنی میں یہ امر یقینی ہے کہ آپ قدیم الاسلام ہیں--- حافظ ابن عساکر، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابوبکر کے سوا میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی، اس نے توقف کیا، ابوبکر نے میری ہر بات کو قبول کیا اور استقامت کا مظاہرہ کیا''---[۴۳]

محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا دَعَوْتُ اَحَدًا اِلَی الْاِسْلَامِ اِلَّا کَانَتْ لَهٗ عَنْهُ کَبْوَةٌ وَ تَرَدُّدٌ (یہاں عبارت چیک کرلیں)، اِلَّا اَبَابَکْرٍ مَا عَتَمَ عَنْهُ حِیْنَ ذَکَرْتُهٗ لَهٗ وَ مَا تَرَدَّدَ

فِیْہِ---[۴۴]

”میں نے جس کسی کو بھی دعوت اسلام دی، اس نے توقف کیا اور متردد ہوا، مگر ابو بکر نے میری دعوت کو کسی پس و پیش کے بغیر بلا تردد قبول کر لیا“---

مدح صدیق اکبر بزبان حسان بن ثابت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا، سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا، آپ نے فرمایا، کیا تم نے حضرت حسان کے یہ اشعار نہیں سنے:

اِذَا تَـذَکَّـرْتَ شَـجْـوًا مِّـنْ اَخِـیْ ثِـقَةٍ
فَـاذْکُـرْ اَخَـاکَ اَبَـابَـکْـرٍ بِـمَـا فَـعَـلَا
خَیْـرُ الْـبَـرِیَّـةِ اَتْـقَـاھَـا وَ اَعْـدَلُـھَـا
بَـعْـدَ الـنَّـبِـیِّ وَ اَوْفَـاھَـا بِـمَـا حَـمِلَا
وَ الـثَّـانِـیُ الـتَّـالِـیُ الْـمَـحْـمُـوْدُ مَشْـھَـدُہٗ
وَ اَوَّلُ الـنَّـاسِ مِـمَّـنْ صَـدَّقَ الـرُّسُلَا [۴۵]

”جب تم اپنے سچے پکے بھائی کے دکھ درد کو یاد کرنے لگو تو اپنے بھائی ابو بکر کے کارناموں کو یاد کر لینا---

آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، آپ سب سے زیادہ متقی، عادل اور حقوق و ذمہ داریوں کو نبھانے میں سب سے زیادہ وفادار ہیں---

آپ رسول اللہ ﷺ کے ثانی، آپ کے تابع، ہمیشہ ساتھ رہنے والے اور ممدوح و مرجع خلائق ہیں--- آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کی“---

آخری مصرع میں آپ کی اسلام میں اولیت کی زبردست شہادت ہے اور سرکار کی بارگاہ میں اسے بیان کرنے اور آپ کے سماعت فرمانے سے اس کی ثقاہت و اہمیت محتاج بیان نہیں---

حافظ ابن عبد البر نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید دو شعر درج کیے ہیں:

وَ ثَـانِـیَ اثْـنَـیْـنِ فِـی الْـغَـارِ الْـمُنِیْفُ وَ قَدْ
طَـافَ الْـعَـدُوُّ بِـہٖ اِذْ صَـعِـدُوا الْـجَـبَـلَا

وَ کَانَ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا

خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ رَجُلًا [۴۶]

''اس بلند پہاڑ پر واقع غار میں دو میں سے دوسرے آپ ہی تھے، جب پہاڑی پر چڑھنے کی بعد دشمن غار کے اردگرد منڈلانے لگے---

آپ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، سب کو معلوم ہے کہ آپ تمام مخلوق میں سے بہتر ہیں اور کوئی بھی ان کے برابر نہیں''---

صدیق اکبر کی منقبت سننا سنت مصطفیٰ ﷺ ھے

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں، سرکار ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

هَلْ قُلْتَ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ شَيْئًا؟---

''کیا ابوبکر کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے؟''---

عرض کی، ہاں، پھر آپ نے درج بالا اشعار سنائے---

فَسَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِذٰلِکَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ یَا حَسَّانُ---[۴۷]

''اشعار سن کر حضور ﷺ نے اظہار مسرت کیا اور فرمایا، اے حسان! تو نے خوب کہا''---

کنز العمال میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

قُلْ وَ اَنَا اَسْمَعُ---

''(صدیق کی منقبت) کہیے، میں سننا چاہتا ہوں''---

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ منقبت سنا چکے تو آقا حضور ﷺ خوش ہو گئے:

فَضَحِکَ نَوَاجِذُہٗ وَ قَالَ صَدَقْتَ یَا حَسَّانُ ھُوَ کَمَا قُلْتَ---[۴۸]

''مسکراہٹ سے آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا، اے حسان! تو نے سچ کہا ہے، واقعی صدیق ایسے ہیں جیسے تو نے بیان کیا''---

اس روایت سے ثابت ہوا کہ ''نعت'' کی طرح منقبت صدیق اکبر کی سماعت بھی سنت مصطفیٰ ہے اور منقبت سنانا سنت صحابہ ہے، نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی پر اظہار مسرت، آقا حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے---

مصدق اوّل

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰـهَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ : کَذَبْتَ، وَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ: صَدَقَ---[۴۹]

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سب کی طرف مبعوث فرمایا تو سب نے میری تکذیب کی، جب کہ ابوبکر نے میری تصدیق کی''---

صدیق اکبر کے لیے تمام ایمان داروں کا ثواب

آپ کے ایمان کی اوّلیت کا اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے، جسے خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو فرمایا:

یَا اَبَابَکْرٍ اِنَّ اللّٰهَ اَعْطَانِیْ ثَوَابَ مَنْ آمَنَ لِیْ مُنْذُ خَلَقَ آدَمَ اِلٰی اَنْ بَعَثَنِیْ، وَ اِنَّ اللّٰهَ اَعْطَاکَ یَا اَبَابَکْرٍ ثَوَابَ مَنْ آمَنَ بِیْ مُنْذُ بَعَثَنِیْ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةَ---[۵۰]

''اے ابوبکر! آدم علیہ السلام سے لے کر میری بعثت تک جو کوئی بھی مجھ پر ایمان لایا، ہر ایک کا ثواب اللہ تعالیٰ مجھے پہنچائے گا اور اے ابوبکر! میری بعثت سے تا قیامت تمام ایمان داروں کا ثواب تجھے ملے گا''---

تطبیق روایات

قبول اسلام کی اوّلین سعادت کسے نصیب ہوئی؟ اس کا حتمی فیصلہ نہایت مشکل ہے، کیوں کہ اس سلسلہ میں متعدد و متضاد روایات ملتی ہیں، جن میں تین حضرات کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں:

۱...... حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳...... حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

تاہم قول فیصل وہی ہے جو حافظ امام جلال الدین سیوطی نے سراج الامہ کاشف الغمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے--- آپ نے اوّلیت ایمان کی تمام

روایات میں تطبیق کرتے ہوئے نہایت قرین قیاس اور دل لگتی بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

"مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بچوں میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا" --- [۵۱]

اعزاز

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام میں جو مقام و مرتبہ ہے، اس کا انکار ممکن نہیں، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بھی بخشا کہ آپ کی چار پشتیں شرف صحابیت سے بہرہ یاب ہوئیں اور یہ اعزاز کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

یہ دراصل ان پر اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا عظیم کرم اور ان کی اپنی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا --- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہِ خداوندی میں دعا کیا کرتے:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ج اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo﴾ --- [۵۲]

"اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمایا اور اس پر کہ میں وہ نیک کام کرتا رہوں، جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ دے، بے شک میں تیرے فرماں برداروں میں سے ہوں" ---

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے والدین اور تمام اولاد کو دولت ایمانی سے سرفراز فرمایا --- [۵۳]

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز رقم طراز ہیں:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین بھی مسلمان اور آپ کے صاحبزادے محمد اور عبد اللہ اور عبد الرحمٰن اور آپ کی صاحبزادیاں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء اور

آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن (اور نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر (محبؔ) --- یہ سب مومن اور سب شرف صحابیت سے مشرف صحابہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین --- آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو کہ اس کے والدین بھی صحابی ہوں، خود بھی صحابی ہو، اولاد بھی صحابی اور پوتے بھی صحابی، چار پشتیں شرف صحابیت سے مشرف" --- [۵۴]

یہ تفصیل قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی بیان کی ہے --- [۵۵]

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

حَکَی الْوَاحِدِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ قَوْمٌ کَثِیْرٌ مِنْ مُتَاَخِّرِی الْمُفَسِّرِیْنَ وَ مُتَقَدِّمِیْھِمْ اِنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ --- [۵۶]

"حضرت ابن عباس اور متقدمین و متاخرین مفسرین میں سے بہت سے حضرات کے نزدیک یہ آیت مبارکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی" ---

اشاعت اسلام

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی تالیف قلوب کرنے والے اور محبوب شخصیت کے حامل تھے، وہ قریش کے نسب اور ان کے تمام معاملات سے خوب واقف تھے، آپ تاجر، خلیق اور نیک سیرت انسان تھے، آپ کی قوم کے لوگ آپ سے نہایت درجہ انس رکھتے اور اپنے امور میں آپ کے علم اور تجربہ سے مستفید ہوتے، آپ خوش مجلس تھے، چناں چہ آپ نے دعوت اسلام کا کام شروع کیا، آپ کی ترغیب سے حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایسے جلیل القدر لوگ مشرف با اسلام ہوئے --- [۵۷]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام لانے والے ان پانچ حضرات کا تعلق، دس افراد پر مشتمل اس مقدس جماعت سے ہے، جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے --- [۵۸]

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت عنایت فرمائی --- عشرہ مبشرہ میں سے باقی پانچ حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت مولا علی، حضرت سعید بن زید

اور حضرت عبیدہ بن حضرت جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین---[۵۹]

مظلوم غلاموں کی آزادی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت، اشاعت اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی، آپ اسلام لائے تو آپ کے پاس چالیس ہزار (درہم یا دینار) تھے، پینتیس ہزار آپ نے ہجرت سے پہلے راہ حق میں خرچ کیے اور جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کے پاس صرف پانچ ہزار باقی تھے--- مدینہ منورہ میں بھی آپ کا یہی مصرف تھا---[۶۰]

یہ ساری کی ساری رقم مظلوم اور کمزور غلاموں کی آزادی اور مسلمانوں کی مدد پر خرچ کر دی--- غرض اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر تادم آخر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں---خدمت اسلام کے لیے آپ کی ان ہی مساعی جمیلہ کے پیش نظر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَمِنَ النَّاسُ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَ مَالِہٖ ابوبکر---

"تمام انسانوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر صدیق کا ہے"---

حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اس حقیقت کی یوں ترجمانی کی:

آں اَمَنَّ النَّاس برمولائے ما
آں کلیم اوّل سینائے ما
ہمتِ او کشتِ ملت را چوں ابر
ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

حوالہ جات

۱......الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، جلد۱، صفحہ۱۳۶
۲......صحیح البخاری، جلد۱، صفحہ۵۱۸
۳......مختصر تاریخ دمشق، لابن عساکر، جلد۱۳، صفحہ۳۷
۴......تاریخ الخلفاء، صفحہ۳۰
۵......المواھب اللدنیہ مع زرقانی، جلد۱، صفحہ۱۳۰
۶...... رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلمان منصور پوری، جے ایس پرنٹرز، لاہور، جلد۱، صفحہ۴۰

۷...... الاصابہ، جلد۲، صفحہ۳۳۳

۸......مختصر تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۶۹

۹......الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۲۹

۱۰...... الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۲۹/ طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۱۶۹

۱۱...... الکامل فی التاریخ، جلد۲، صفحہ۴۲۰

۱۲......تاریخ الخلفاء، صفحہ۲۸

۱۳......مختصر تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۳۵

۱۴......طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۱۷۰

۱۵......تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۳۵/ الریاض النضرۃ، جلد۱، صفحہ۷۸

۱۶......زرقانی، جلد۱، صفحہ۲۲۱

۱۷......تاریخ الخمیس، جلد۲، صفحہ۱۹۹

۱۸...... صفۃ الصفوۃ، جلد۱، صفحہ۸۸

۱۹...... تاریخ الخمیس، جلد۲، صفحہ۱۹۹/ الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۲۹

۲۰...... زرقانی، جلد۱، صفحہ۲۲۸

۲۱...... الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۳۱

۲۲......صفۃ الصفوۃ، جلد۱، صفحہ۸۸

۲۳......سبل الھدیٰ، جلد۱۱، صفحہ۲۵۲

۲۴......مختصر تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۵۲

۲۵......تاریخ الخلفاء، صفحہ۲۹

۲۶......ایضاً

۲۷......طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۱۷۰

۲۸......صحیح بخاری، باب ھجرۃ النبی، جلد۲، صفحہ۶-۸۰۵

۲۹......زرقانی، جلد۱، صفحہ۲۲۸

۳۰...... الریاض النضرۃ، جلد۱، صفحہ۸۲

۳۱...... الکامل فی التاریخ، جلد۲، صفحہ۴۲۰

۳۲...... تاریخ الخلفاء، صفحہ۳۱

۳۳......صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ۵۵۲

۳۴......تاریخ الخلفاء، صفحہ۳۱

۳۵......ایضاً

۳۶...... الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۳۱

۳۷...... الریاض النضرۃ،جلد۱،صفحہ۲۰۱ ۳۸......ایضاً

۳۹......ارشاد الساری شرح صحیح بخاری،جلد۶،صفحہ۱۰-۲۰۹

۴۰...... الریاض النضرۃ،جلد۱،صفحہ۹۲

۴۱...... المواھب اللدنیہ/زرقانی،جلد۱،صفحہ۱۹۷/مدارج النبوۃ،جلد۲،صفحہ۲۶

۴۲...... زرقانی،جلد۱،صفحہ۲۴۰/سبل الھدیٰ و الرشاد،جلد۲،صفحہ۳۰۳

۴۳......مختصر تاریخ دمشق،جلد۱۳،صفحہ۴۴

۴۴......ایضاً

۴۵......الاستیعاب،جلد۱،صفحہ۳۳۰/زرقانی،جلد۱،صفحہ۲۳۹

۴۶...... الاستیعاب،جلد۱،صفحہ۳۳۰ ۴۷......ایضاً

۴۸......کنز العمال،جلد۶،صفحہ۳۱۸-۳۲۰

۴۹......صحیح بخاری،جلد۱،صفحہ۵۱۷،حدیث نمبر۳۶۶۱

۵۰......تاریخ بغداد،جلد۴،صفحہ۲۵۶ ۵۱......تاریخ الخلفاء،صفحہ۳۴

۵۲...... الاحقاف،۴۶:۱۵

۵۳......سبل الھدیٰ و الرشاد،جلد۱۱،صفحہ۲۵۷/تفسیر مظھری،جلد۸،صفحہ۴۰۴-۴۰۵

۵۴......خزائن العرفان،زیرآیت بالا ۵۵......مظھری،جلد۸،صفحہ۵-۴۰۴

۵۶......تفسیر کبیر،جلد۲۸،صفحہ۱۹تا۲۱

۵۷...... الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ،جلد۲،صفحہ۲۳۴

۵۸...... نور الابصار،صفحہ۵۳

۵۹...... ترمذی،باب مناقب عبد الرحمٰن بن عوف،جلد۲،صفحہ۲۳۹

۶۰...... الاصابہ،جلد۲،صفحہ۳۳۴



کچھ
بیان
اپنا

اوّلین خلیفۂ رسول کا اوّلین خطبہ

آج ۲۲ ر جمادی الاخریٰ ہے، سیدنا ابوبکر صدیق ﷜ کے وصال کی تاریخ --- اداریہ لکھنے بیٹھا تو خیال گزرا کہ جن کا یوم ہے، انہیں کے حوالے سے چند باتیں نذر قارئین کردی جائیں --- مخزن صدق وصفا، جانشین محمد مصطفیٰ ﷺ، خلیفہ اوّل، امام المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق ﷜، انبیاء ورسل کے علاوہ پوری دنیائے انسانیت میں سب سے مقتدر اور عظیم شخصیت ہیں --- ملت اسلامیہ میں آپ کو غایت درجہ امتیازی حیثیت اور نہایت بلند مقام حاصل ہے --- آپ کے فضائل ومحامد اور سیرت وکردار کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا --- لکھا جا سکتا ہے --- اور --- لکھا جاتا رہے گا --- تاہم فی الوقت اس اولین تاریخی اور مثالی خطبے کی جانب توجہ مبذول کرانا مقصود ہے، جو آپ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے فوراً بعد ارشاد فرمایا تھا --- اس خطبے کا ایک ایک لفظ آپ کی جرأت وہمت، سادگی وبے نفسی، فہم وفراست، دوراندیشی، سیاسی بصیرت اور پختگی کردار کا مظہر ہے --- بڑے بڑے حکمرانوں، سیاستدانوں اور انقلاب برپا کرنے والے رہنماؤں کے پرجوش خطابات اور پرکشش پالیسی بیانات میں وہ

اثر آفرینی کہاں، جو رمز شناس نبوت، پیکر صداقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چند جملوں پر مبنی خطاب میں ہے--- آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یوں گویا ہوئے:

فَاِنِّیْ قَدْ وُلِّیْتُ عَلَیْکُم و لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ فَاِنْ اَحسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ، وَ اِنْ اَسَاتُ فَقَوِّمُوْنِیْ ---اَلصِّدْقُ اَمَانَۃٌ وَ الْکِذْبُ خِیَانَۃٌ---وَ الضَّعِیْفُ فِیْکُمْ قَوِیٌّ عِنْدِیْ حَتّٰی اُرِیْحَ عَلَیْہِ حَقَّہٗ، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ---وَ الْقَوِیُّ فِیْکُمْ ضَعِیْفٌ عِنْدِیْ حَتّٰی آخُذَ الحَقَّ مِنْہُ، اِنْ شَآءَ اللّٰہ---لا یَدَعُ قَوْمٌ الجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا ضَرَبَھُمُ اللّٰہُ بِالذُّلِّ---وَ لا تَشِیْعُ الْفَاحِشَۃُ فِی قومٍ الا عَمَّھُم اللّٰہُ بِالبَلَآءِ---اَطِیْعُوْنِی مَا اَطعْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ--- فَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَلا طَاعۃَ لِیْ عَلَیْکُمْ---قُوْمُوْ اِلٰی صَلٰوتِکُمْ، یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ---

''اے لوگو! میں تمہارا سربراہ مملکت بنایا گیا ہوں--- مگر میں اپنے آپ کو تم سے افضل نہیں سمجھتا--- پس اگر نیک کام کروں تو تم میری اعانت کرنا اور اگر میں برا کام کروں تو تم مجھے درست کر دینا---

سچائی امانت ہے--- اور--- جھوٹ خیانت ہے--- تم میں سے جو ضعیف ہے، وہ میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہے جب تک میں اسے اسکا حق نہ دلا دوں--- اور--- تم میں جو قوی ہے، وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اس سے دوسرے کا حق نہ لے لوں--- ان شاء اللہ تعالیٰ---

جو قوم راہ خدا میں جہاد ترک کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ذلت ونکبت مسلط کر دیتا ہے---

جس قوم میں فحاشی اور بے حیائی عام پھیل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کر دیتا ہے---

جب تک میں اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا رہوں، تم میری اطاعت کرتے رہو--- اور--- اگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں---

اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ---اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے''---

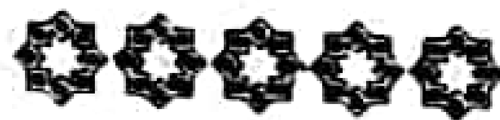
اس وقت عالم اسلام، خصوصاً، پاکستان ایک عجیب بحرانی کیفیت میں مبتلا ہے--- غیر مسلم قوتیں بالخصوص یہود، ہنود اور نصاریٰ مسلم امہ کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں--- نائن الیون اور سیون سیون کے بعد مسلمانوں کا گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے اور ان کے دلوں سے دینی غیرت، اللہ و رسول کی محبت و اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبات چھین لینے کے اقدامات کیے جا رہے ہیں--- فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت فروغ دیا جا رہا ہے--- الحادی قوتیں گلستان دین کو برباد کرنے کے درپے ہیں---امت مسلمہ جس ذلت و نکبت میں گرفتار اور جن مصائب و آلام کا شکار ہے، ان مہیب حالات میں مسلم امہ کو بالعموم اور منصب قیادت پر فائز افراد کو بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان فرامین کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرنا چاہیے کہ اسی سے اصلاح احوال کی صورت مضمر ہے---

چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود آج کے ہنگامہ خیز، پرفتن اور محشر بداماں دور میں اگر اس صدیقی خطبہ کے نکات کو رہنما اصولوں کے طور پر حرز جاں بنالیا جائے اور اس کی تنفیذ کی سبیل ہو تو آج کا معاشرہ بھی خلافت راشدہ کا عکس دکھائی دینے لگے---

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
مدیر ماہنامہ نور الحبیب

بصیر پور شریف
۲۲ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ



خوش بو ہماری نعت کا مصرع اٹھائے گی

ہر ہر قدم پہ چاند ستارے بچھائے گی
اندر کی روشنی ہمیں رستہ دکھائے گی

دستِ دعا پہ آج بھی رعنائی خیال
عکسِ جمالِ گنبدِ خضرا بنائے گی

امشب بھی چرخِ مدحتِ خیر الانام سے
نعتِ نبی درود کی رم جھم میں آئے گی

خوش بخت ہے ہوائے گلستانِ آرزو
دامن میں پھول بھر کے مدینے سے لائے گی

آمد جناب سرورِ کون و مکاں کی ہے
قوس و قزح زمیں پہ بھی راہیں سجائے گی

توصیفِ مصطفیٰ کے چراغوں کی روشنی
محشر میں بھی ہمارا مقدر جگائے گی

آنکھیں سجا کے روزنِ شہرِ حضور میں
بادِ شمال جشنِ مسرت منائے گی

پلکوں پہ احترام کے آنسو رکھے ہوئے
باد صبا ، چراغ ادب کے جلائے گی

تم دیکھنا ہوائے گلستانِ بے مثال
رخصت کے وقت نعتِ پیمبر سنائے گی

پھولوں کو بھی کیا ہے شریکِ ثنا ریاضؔ
خوش بو ہماری نعت کا مصرع اٹھائے گی

ریاض حسین چودھری



عظمت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

علامہ غلام رسول سعیدی

امت کے بہترین افراد وہ ہوتے ہیں جو نبی کے صحابہ کہلاتے ہیں، جن کی نظروں کے سامنے نبی پر وحی اترتی ہے، جو روز و شب معجزات کا مشاہدہ کرتے ہیں، نبی کی نگاہوں سے جن کی تربیت ہوتی ہے، جن کی آنکھوں میں نبوت کا سراپا، دلوں میں نبی کی سوچ اور سیرت میں نبی کا کردار ہوتا ہے---

جس طرح حضور ﷺ گروہ انبیاء میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، اسی طرح حضور ﷺ کے صحابہ کی بھی کسی نبی کے اصحاب میں مثال نہیں ملتی۔ غور کیجیے، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ تھے، جنھوں نے چند روپوں کے عوض اپنے نبی کی زندگی کا سودا کر لیا تھا۔ ایک حضور ﷺ کے صحابہ ہیں، جو میدان جنگ میں حضور ﷺ کی طرف آنے والے نیزوں کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی (۸۰) سے زیادہ تیروں سے گھائل ہوتے ہیں مگر حضور ﷺ کی طرف کسی تیر کو نہیں آنے دیتے۔ یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے اور بعض وہ ہیں کہ جب کفار برہنہ تلواریں لیے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرتے ہیں، تو وہ جان پر کھیل کر بستر رسول پر لیٹ جاتے ہیں، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور کچھ وہ ہیں جو اپنے جسم پر سانپ کے پیہم وار برداشت کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کو نیند سے جگانا گوارا نہیں کرتے، یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے---

یوں تو سارے صحابہ ہی حضور ﷺ کے پرستار تھے لیکن جاں نثاری کی جو مثال حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قائم کی وہ تاریخ محبت میں اور کہیں نظر نہیں آتی:

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

یہ ان کی کتاب زندگی کا عنوان تھا اور ان کی پوری شخصیت اسی عنوان کے گرد گھومتی نظر آتی ہے---

حضرت ابوبکر کی عظمت ان کی سیرت میں ہے اور ان کی شخصیت کا شکوہ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں دکھائی دیتا ہے، آیئے! اب دیکھیں کہ امت میں حضرت ابوبکر کی حیثیت کیا ہے، صحابہ نے انہیں کیا سمجھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیسا پایا اور رب ذوالجلال انہیں کیا کہتا ہے اور جب ان حقائق سے حجاب اٹھیں گے، تو ہم سمجھیں گے کہ مقام ابوبکر کیا ہے؟---

ابوبکر آئینۂ رسالت میں

جب محبت کمال درجہ پر ہو تو طبیعت طبیعت میں اور مزاج مزاج میں ڈھل جاتا ہے۔ سیدنا ابوبکر کی شخصیت میں اپنا کچھ نہیں رہا تھا۔ رنگ و روپ، جمال و کمال سب رسول اللہ ﷺ کا تھا، ابوبکر کی شخصیت ایک آئینہ تھی، جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس نظر آتا تھا۔ ابوبکر اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیتوں میں کس قدر قوی ارتباط تھا، یہ کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں، جو انھیں دیکھنے والے تھے۔ یہ ہیں حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور ﷺ کی سیرت بیان کرتی ہیں، روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی، بیان حضرت خدیجہ کا:

حضور ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو بار نبوت سے آپ ﷺ کے دل میں طبعی اضطراب لاحق ہوا، آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی پریشانی اور اضطراب کا ذکر کیا تو حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

و اللّٰہ ما یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علٰی نوائب الحق---[ا]

"قسم بخدا! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا، کیوں کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں"---

ایک اور موقع پر جب حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کفار کی سختیوں سے تنگ آکر مکہ چھوڑنے لگے تو

ابن دغنہ نے آپ کا راستہ روک لیا اور کہنے لگا:

ان مثلک لا یخرج و لا یخرج فانک تکسب المعدوم و تصل الرحم و تحمل الکل و تقری الضیف و تعین علٰی نوائب الحق---[۲]

''آپ جیسے شخص کو یہاں سے نہ جانا چاہیے، نہ ہم اسے جانے دیں گے، کیوں کہ آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں''---

غور کیجیے! حضرت خدیجہ نے حضور ﷺ کی جن پانچ صفات کا تذکرہ کیا تھا، ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر کی بھی وہی صفات بیان کی ہیں۔ احادیث کے ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو ابوبکر کی شخصیت میں حضور ﷺ کی سیرت دکھائی دیتی تھی، تبھی تو وہ دونوں کی صفات کا بیان متن واحد کے ساتھ کیا کرتے تھے---

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور ﷺ نے کفار کی سخت اور صبر آزما شرطیں مان لیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ[۳] مضطرب ہوئے اور آکر حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے، کیا آپ ﷺ نبی برحق نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں---

عرض کیا: حضور کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟---

فرمایا: کیوں نہیں---

عرض کی: پھر ہم دب کر شرائط کیوں مانیں؟---

فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کرتا، وہ میری مدد فرمائے گا---

عرض کیا: کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے؟---

فرمایا: ہاں! لیکن کیا میں نے اس سال طواف کرنے کے لیے کہا تھا---

عرض کیا: نہیں---

پھر فرمایا: میری خبر سچی ہے اور میں کسی نہ کسی سال بیت اللہ جا کر اس کا طواف کروں گا---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن سے ہنوز اضطراب دور نہ ہوا تھا، وہ اس گفتگو کے بعد حضرت

ابوبکر ؓ [۴] کے پاس گئے اور جا کر کہا، اے ابوبکر! کیا یہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا، کیوں نہیں۔ کہا، کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہیں، کہا، کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے کہا، پھر ہم دب کر شرائط کیوں مانیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا، وہ اللہ کے رسول ہیں، اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اللہ ان کی مدد فرمائے گا، تم اپنے عقیدہ پر قائم رہو---

حضرت عمر ؓ نے کہا، کیا انہوں نے نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے، حضرت ابوبکر نے کہا، کیوں نہیں۔ لیکن کیا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ ہم اسی سال طواف کریں گے؟ کہا، نہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا پھر یقین رکھو ان کی خبر سچی ہے اور وہ (کسی نہ کسی سال) ضرور بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے---

غور فرمایئے! حضرت عمر ؓ کے ہر سوال کے جواب میں حضرت ابوبکر ؓ نے وہی بات کہی جو حضور ﷺ نے فرمائی تھی، گویا کہ ابوبکر کا ذہن حضور ﷺ کی فکر کا ترجمان اور ابوبکر کی زبان حضور ﷺ کے بیان کی مظہر ہو گئی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ابوبکر کی نظری اور عملی دونوں حیثیتیں حضور ﷺ کے افکار و اعمال کا آئینہ بن گئیں تھیں۔ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو جاتا، تو فرماتے:

"خدایا تو ان کے حسن ظن سے مجھے بہتر ثابت کر اور مجھے خدمت خلق کی توفیق عطا فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے"---

صدیق اکبر، رسول اللہ ﷺ کی معیت میں

ابوبکر صدیق ہر جگہ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، سفر ہو یا حضر، جنگ ہو یا امن، ابوبکر ہمیشہ مجلس رسول ﷺ میں حاضر رہتے اور جو شخص سفر حیات میں کسی کے ہم رکاب ہوتا ہے، اس کی روح بھی عالم ارواح میں اسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الارواح جنود مجندة---

اور جب تمام زندگی ابوبکر صدیق حضور ﷺ کے ساتھ رہے، تو ماننا پڑے گا کہ عالم ارواح میں ابوبکر کی روح بھی حضور ﷺ کی روح کے ساتھ تھی۔ نیز حضور ﷺ نے بیان فرمایا:

"میں اور ابوبکر ایک ساتھ قبر سے اٹھیں گے اور ایک ساتھ جنت میں جائیں گے"---

حاصل کلام یہ ہے کہ عالم ارواح ہو یا دنیا، قبر ہو یا حشر، حوض کوثر ہو یا جنت، ابوبکر ہر جگہ

حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔صدیق اکبر کی حضور ﷺ کے ساتھ ایسی عدیم المثال رفاقت ہے کہ خدا بھی اس کا لحاظ رکھتا ہے۔چناں چہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ابوبکر کا ذکر حضور ﷺ کے ساتھ کیا ہے۔مثلاً فرمایا:

و الذی جاء بالصدق و صدق به---

جاء بالصدق سے حضور ﷺ اور **صدق به** سے ابوبکر مراد ہیں۔اسی طرح **محمد رسول اللّٰہ** فرما کر حضور ﷺ کا ذکر اور **و الذین معه** فرما کر ابوبکر کا ذکر کیا۔نیز **اذ یقول** میں حضور ﷺ کا ذکر اور **لصاحبه** میں ابوبکر کا ذکر ہے---

اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی مصلحت کی خاطر حضور ﷺ پر چند دن کے لیے وحی موقوف فرمادی، تو کفار کہنے لگے:

ودّع محمدا ربه و قلاہ---

''محمد (ﷺ) کو اس کے رب نے چھوڑا اور ناراض ہو گیا''---

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طعنہ کو دور کرنے کے لیے سورۂ والضحیٰ نازل کی اور فرمایا:

و الضحی و الیل اذا سجی ما ودعک ربک و ما قلی---

''قسم ہے دن اور رات کی، آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا، نہ آپ سے ناراض ہوا''---

سورۂ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی نعت بیان فرمائی اور اس سے متصل سورۃ والّیل میں حضرت ابوبکر کی منقبت بیان فرمائی ہے۔جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غیر معمولی قیمت سے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا اور کفار نے ابوبکر کی اس عظیم نیکی میں تنقیص کا پہلو نکالتے ہوئے کہا، ضرور بلال نے پہلے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا، جس کا بدلہ اتارنے کے لیے ابوبکر نے ان کو اتنی عظیم قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طعن کو دور کرنے کے لیے فرمایا:

مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی---

''تم بلال کی بات کرتے ہو، اس روئے زمین میں ابوبکر پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ابوبکر کی یہ نیکی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے تھی اور عنقریب وہ اس

سے راضی ہو جائے گا"---

ان دونوں سورتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے بارے میں کوئی اعتراض سن سکتا ہے، نہ ابوبکر کے بارے میں۔ سورۂ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے اعتراض اٹھایا اور سورۂ والّیل میں ابوبکر سے کفار کا طعن دور کیا۔ وہاں حضور ﷺ کی عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ---

یہاں ابوبکر کی شان بڑھاتے ہوئے فرمایا:

وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی ---

سورۂ والّیل ابوبکر کی منقبت پر ختم ہوئی ہے اور اس کے متصل بعد حضور ﷺ کی نعت سے سورۂ والضحیٰ شروع ہوتی ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح ان کی فضیلتوں کے بیان میں کوئی فاصل نہیں ہے، اس طرح ان کی ذوات کے درمیان کوئی حائل نہیں ہے---

ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی امت میں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ---

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو نیکی میں پہل کرنے والا ہو اور امت محمدیہ میں جتنے لوگ خیرات وحسنات کو حاصل کرنے والے ہیں، ابوبکر ان سب میں پہلے ہیں، ایمان سب سے پہلے لائے، تبلیغ سب سے پہلے کی، دین کی نصرت اور مدت میں سب پر سبقت کی۔ حضور ﷺ کی حیات میں اور بعد از وصال مسلمانوں کی امامت اور قیادت کرنے والوں میں سب پر مقدم ہیں۔ روضۂ رسول ﷺ میں حضور ﷺ کا قرب حاصل کرنے میں سابق، حشر میں سب سے پہلے، دخول جنت میں سب پر مقدم۔ الغرض دنیا ہو یا برزخ، میدان محشر ہو یا جنت، ابوبکر ہر جگہ امت میں سب سے آگے نظر آتے ہیں---

عمل کی قدر و قیمت میں تعداد اور مقدار کا نہیں، نسبت اور کیفیت کا لحاظ ہوتا ہے۔ جس طرح تمام انبیاء کی عبادتیں حضور ﷺ کے ایک سجدہ کو نہیں پا سکتیں، اسی طرح تمام امت کی نیکیاں ابوبکر کی کسی ایک نیکی کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی الہ تعالیٰ عنہا[۵] نے آسمان کے ستاروں کو دیکھ کر حضور ﷺ سے پوچھا، کسی کی اس قدر بھی نیکیاں ہیں؟---

فرمایا: عمر کی---

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا اور ابوبکر کی نیکیاں؟---

فرمایا: ابوبکر کی تو ایک نیکی ہی عمر کی ان ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے---

ایک اور موقع پر فرمایا:

لو اتزن ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لرجح---[٦]

''اگر میری تمام امت کے ایمان کو ابوبکر کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابوبکر صدیق کا ایمان بھاری ہوگا''---

غرضے کہ ایمان کا باب ہو یا اعمال کا، خیرات وحسنات کا مقابلہ ہو یا تصدیق وتسلیم کا، جو شخص ہر میدان میں امت میں سب سے آگے ہے، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں---

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نگاہ صحابہ میں

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محضر صحابہ میں فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو اس کے بندے نے آخرت کو اختیار کرلیا۔ حضرت ابوبکر یہ سنتے ہی بے اختیار رونے لگے، حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں، میں نے سوچا، آخر انہیں اس بات میں رونے کی کیا ضرورت ہے؟ بعد میں پتہ چلا کہ اس بندے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خود اپنی ذات تھی:

و کان ابوبکر اعلمنا---[٧]

''درحقیقت ابوبکر ہی ہم میں سب سے زیادہ عالم تھے''---

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنوعمرو بن عوف میں صلح کرانے چلے گئے۔ عصر کی نماز کا وقت آگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے تو حضرت بلال، حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف نہیں لائے ہیں[٨] آپ نماز پڑھا دیجیے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس درخواست سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ تو ایک سے بڑھ کر ایک موجود تھے، لیکن ان کی نظریں جب قیادت اور امامت کے لیے کسی کی طرف اٹھتی تھیں تو صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھتی تھیں---

جب سقیفہ بنوساعدہ میں لوگ جمع ہوئے اور بیعت کا سوال اٹھا تو حضرت عمر، حضرت ابوبکر سے کہنے لگے، آپ سے زیادہ بیعت کا اہل کون ہوسکتا ہے:

ابسط یدک لا بایعک---

''اپنا ہاتھ آگے لائیے تاکہ میں بیعت کروں''---

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو خبر ہوئی تو فرمانے لگے:

ہم اپنے دنیاوی امور میں اس شخص کی امامت پر کیوں نہ راضی ہوں جس کی ہمارے دینی امور میں امامت پر رسول اللہ ﷺ راضی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں، ہم ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کہا کرتے تھے، اس امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں اور محمد بن حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یعنی حضرت علی سے پوچھا، حضرت محمد ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل کون ہے؟---

فرمایا: ابوبکر---

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نگاہ رسالت میں

حضور ﷺ کو ابوبکر اس قدر عزیز تھے کہ اگر کسی موقعہ پر ابوبکر نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضور ﷺ بعد میں آکر نماز میں ملتے تو آپ کی یہی خواہش ہوتی کہ آپ ابوبکر کی اقتداء میں ہی نماز پڑھتے رہیں۔ حضرت ابوبکر اگر پیچھے ہٹتے بھی تو آپ ﷺ منع فرماتے، یہ اور بات ہے کہ ابوبکر کی خادمانہ غیرت کو یہ گوارا نہ ہوتا کہ آقا ﷺ کے ہوتے ہوئے غلام امامت کراتا رہے---

حضور ﷺ نے ایام علالت میں فرمایا:

مروا ابا بکر ان یصلی بالناس---

''ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ جماعت کرائیں''---

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بار بار عرض کرتیں، حضور کسی اور کو فرما دیجیے، لیکن حضور ﷺ ہر بار یہی فرماتے کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ اس بحث و تکرار سے بہر حال یہ امر واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نے یونہی سہواً یا اتفاقاً ابوبکر کا نام نہیں لیا تھا، بلکہ پورے استقلال اور اعتماد کے ساتھ ابوبکر صدیق کا انتخاب کیا تھا۔ لہٰذا اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یونہی ابوبکر کا نام زبان پر آ گیا تھا۔ اگر کسی اور کی توجہ دلائی جاتی تو اسے کہہ دیتے اور اس انتخاب سے امر بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ جو شخص صحابہ میں سب سے زیادہ امامت کا اہل ہے، وہ ابوبکر ہیں۔ بلکہ آپ نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے، چنانچہ فرمایا:

لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ---[۹]

''جس جماعت میں ابوبکر ہوں، اس میں ابوبکر کے سوا اور کوئی شخص امامت کے

لائق نہیں ہے"---

ایک اور مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

و یابی اللّٰہ و المؤمنون الا ان یکون ابابکر---

"اگر ابوبکر کے سوا کسی اور کو امام بنایا گیا تو وہ نہ اللہ کو منظور ہوگا نہ مسلمانوں کو"---

حضور ﷺ سے کسی شے کے ثبوت کے تین طریقے ہیں:

قول سے، یعنی آپ ﷺ کسی چیز کا حکم فرمائیں---

فعل سے، یعنی آپ ﷺ کوئی کام کرلیں---اور

تقریر سے، یعنی آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ ﷺ اس کو مقرر رکھیں اور منع نہ فرمائیں---

حضور ﷺ کو حضرت ابوبکر کی امامت کا اس قدر خیال تھا کہ آپ ﷺ نے ان تینوں طریقوں سے حضرت صدیق اکبر کی امامت کو ثابت فرمایا ہے، قول کے ذریعہ فرمایا:

مروا ابابکر ان یصلی بالناس---

فعل کے ذریعے اس طرح کہ تین مرتبہ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی---

ایک مرتبہ عصر کی، جب آپ ﷺ بنو عمرو بن عوف کی صلح کرانے گئے۔ ایک مرتبہ ظہر کی ایام علالت میں، ان دونوں مرتبہ ابوبکر حضور ﷺ کی آہٹ پا کر پیچھے آ گئے اور پیر کے دن[۱۰] صبح کی نماز آپ ﷺ نے ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، پھر آپ ﷺ کا وصال ہوگیا اور تقریر سے اس طرح کہ حضور ﷺ کے ایام علالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان کو مقرر رکھا اور اس طرح حضور ﷺ نے اپنے قول، فعل اور تقریر غرض ہر طریقہ سے حضرت ابوبکر کی امامت کو موکد اور مقرر کردیا---

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق[۱۱] نے حضور ﷺ سے عرض کیا، میرے اور عمر کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی ہے، میں نے فوراً ان سے معافی مانگی مگر انہوں نے معاف نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر تین بار فرمایا، اللہ تمہیں معاف کرے۔ ادھر بعد میں حضرت عمر کو ندامت ہوئی، وہ حضرت ابوبکر کو ڈھونڈنے ان کے گھر گئے، وہاں نہ ملے تو بارگاہ نبوت میں پہنچے۔ حضور ﷺ نے جب حضرت عمر کو دیکھا تو غصہ سے آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ حضرت ابوبکر نے جب یہ رنگ

دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور دوزانو ہو کر حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے۔ حضور غلطی میری تھی، زیادتی میں نے کی تھی۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''مجھے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر تم لوگ وہ تھے جنھوں نے مجھے جھٹلایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ ابوبکر تھے، جنھوں نے اپنی جان سے میری غم گساری کی اور اپنے مال سے میری مدد کی، پھر دوبار فرمایا کیا اب تم میرے صاحب کو چھوڑنے لگے ہو''---

غور فرمایئے! ابوبکر، رسول اللہ ﷺ کو کتنے عزیز تھے کہ اگر حضرت عمر جیسا شخص بھی ابوبکر سے ناراض ہوتا تو حضور ﷺ ان سے ناراض ہو جاتے۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی---[۱۲]

''ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں، الّا یہ کہ وہ نبی نہیں ہیں''---

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ابوبکر منی و انا منہ---[۱۳]

''ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں''---

یعنی ابوبکر کے کمالات کا حصول میری ذات سے ہے، سلمان بن یسار کہتے ہیں[۱۴] ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا، تین سو ساٹھ اوصاف ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ایک بھی حاصل کر لے تو وہ جنت میں چلا جائے گا۔ حضرت ابوبکر نے دریافت کیا، حضور کیا ان اوصاف میں سے کوئی وصف مجھ میں بھی ہے؟---

فرمایا: تم میں وہ سارے اوصاف موجود ہیں---

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ایک[۱۵] مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا، نہ انبیاء سابقین کے صحابہ میں کوئی ابوبکر سے بڑھ کر تھا، نہ میرے صحابہ میں کوئی ابوبکر سے افضل ہے۔ نیز حضور ﷺ[۱۶] نے فرمایا، ابوبکر سے محبت رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا میری امت پر واجب ہے---

ابوبکر نظر الوھیت میں

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَه یَتَزَکّٰی---

''عنقریب وہ جہنم سے آزاد ہوگا جو اتقیٰ ہے اور خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے اس کو پاکیزہ کرتا ہے''---

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو جہنم سے آزاد ہونے کی بشارت دی اور انہیں اتقیٰ فرمایا۔ اتقیٰ کے معنی ہیں ''سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا''---

انسان کا سب سے بڑا کمال ہے، تقویٰ اور خدا خوفی۔ یوں تو تمام بزرگان دین کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے لیکن اصل اعزاز اس شخص کا ہے، جسے خدا خود متقی کہہ دے۔ بلکہ متقی بھی نہیں، اتقیٰ یعنی سب سے زیادہ متقی---

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم---

''تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ شخص ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہو''---

جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک امت میں سب سے زیادہ متقی ابوبکر ہیں، تو اس کی نگاہ میں مکرم بھی سب سے زیادہ ابوبکر صدیق قرار پائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے لیے غار ثور کا گوشہ گوشہ صاف کیا، پھر حضور ﷺ کو لے کر غار کے اندر پہنچے، حضور ﷺ، ابوبکر کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے، جہاں محبت ہوتی ہے، وہاں اندیشے بھی بے شمار ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کو فکر تھی کہ کہیں کفار پیچھا کرتے کرتے غار تک نہ آ پہنچیں اور مبادا حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے، حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ابھی یہ بات حضور ﷺ کے ہونٹوں پر ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا---

''دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب انہوں نے اپنے صحابی سے کہا، غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''---

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو ثانی اثنین فرمایا، اس کا مطلب ہے جس جگہ حضور ﷺ اوّل ہیں، ابوبکر وہاں ثانی ہیں۔ چناں چہ ایمان میں، تبلیغ میں، نصرت فی الدین میں، امامت میں، امارت میں، روضہ میں، حشر میں، جنت میں، جہاں جہاں حضور ﷺ اوّل

ہیں، ابوبکر وہاں ثانی ہیں---

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر پر صاحب کا اطلاق کیا اور یوں تو حضور ﷺ کے ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد صحابہ ہیں لیکن حضرت ابوبکر کے سوا کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا صاحب فرمایا ہو اور نہ ہی گروہ صحابہ میں اس شان کا صحابی ہے، جو عالم ارواح سے لے کر جنت تک ہر مرحلہ میں حضور ﷺ کا صاحب ہو---

یہ بھی فرمایا: ان اللّٰہ معنا---اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے---

اس فرمان میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے بشارت ہے کہ ان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی امان اور اس کی حفاظت میں ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ اور متقین کے لیے اپنی معیت کی بالعموم بشارت دی ہے لیکن جس ذات کے لیے بالخصوص معیت کا مژدہ سنایا ہے، وہ صرف حضرت ابوبکر کی ذات ہے---

سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر کو حضور ﷺ کی نصرت کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے جان پر کھیل کر حضور ﷺ کا ساتھ دیا، سانپ کے منہ پر ایڑی رکھ دی لیکن حضور ﷺ کے آرام میں خلل نہیں آنے دیا، اللہ تعالیٰ ابوبکر کی اس خدمت اور نصرت کو یوں سراہتا ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ---

"اے لوگو! اگر تم اللہ کے رسول کی مدد نہیں کرتے تو (سن لو) اللہ نے خود اپنے رسول کی مدد کر دی ہے"---

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق کی مدد کو اپنی مدد فرمایا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی خرید کو اپنی خرید اور آپ ﷺ کی فروخت کو اپنی فروخت فرما کر حضور ﷺ کے حال کو اپنا حال قرار دیتا ہے، اسی طرح یہاں حضرت ابوبکر صدیق کی مدد کو اپنی مدد فرما کر ان کے حال کو اپنا حال قرار دے رہا ہے---

"اے لوگو! اگر تم اللہ کے رسول کی مدد نہیں کرتے نہ سہی، اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رسول کی مدد کر دی ہے"---[۱۷]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام روئے زمین کے لوگوں سے شکوہ کیا ہے کہ وہ اس کے رسول ﷺ کی مدد نہیں کرتے اور جو ذات اس شکایت سے مستثنیٰ

ہے، وہ صرف ابوبکر صدیق کی ذات ہے---

مقام ابو بکر

حضرت ابوبکر صدیق صحابی تھے اور ایسے صحابی کہ اللہ تعالیٰ نے لصاحبہ فرما کر ان کی صحابیت کا مان رکھا۔ حضور ﷺ نے **انت صاحبی فی الغار و صاحبی فی الحوض** فرما کر ان کی صحابیت کو فروغ بخشا۔ صحابہ کرام میں بعض خود تو صحابی ہیں لیکن باپ صحابی نہیں، بعض کے باپ صحابی ہیں، مگر ابوبکر وہ تنہا صحابی ہیں، جن کے والد بھی صحابی ہیں، بیٹے بھی صحابی اور پوتے بھی صحابی---

حضرت ابوبکر صدیق شجاع اور بہادر تھے اور ایسے شجاع کہ سفر ہجرت میں اپنی حفاظت کے لیے حضور ﷺ نے انہیں منتخب فرمایا۔ نصرت اسلام کی خاطر سب سے پہلے داد شجاعت دی، مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی، نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا استیصال کیا، مرتدین اور باغیوں کا سر کچلا۔ ان کی ولولہ انگیز قیادت میں اسلامی فتوحات کا دھارا تیزی سے بہتا رہا، بعض مواقع پر مصلحت کی خاطر بڑے بڑے جری اور باجگر لوگ بھی نرم پڑ گئے لیکن بڑی سے بڑی مصلحت بھی عزم واستقلال کے اس کوہِ گراں کو اپنے موقف سے ہٹا نہ سکی---

حضرت ابوبکر فیاض ہیں اور ایسے فیاض کہ جب رسول ﷺ کے حکم پر مال پیش کرنے کا موقع آیا تو فیاضی کی مثال قائم کردی۔ ابوبکر، رسول اللہ ﷺ کے خادم ہیں اور ایسے خادم کہ جب مال سے خدمت کی تو رسول ﷺ نے فرمایا:

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر---[۱۸]

"مجھے کسی کے مال سے وہ فائدہ نہیں پہنچا، جو ابوبکر کے مال سے پہنچا"---

اور جب جان سے خدمت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کسی شخص نے ہم پر احسان نہیں کیا مگر ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا ہے، ماسوا ابوبکر کے، ان کے احسان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اتارے گا"---[۱۹]

حضرت ابوبکر عالم اور فقیہ ہیں اور ایسے عالم کہ حضور ﷺ فرمائیں:

"میرے بعد سوال پوچھنا ہو تو ابوبکر سے پوچھو"---[۲۰]

رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور ایسے محبوب کہ جب آپ سے پوچھا جائے کہ آپ ﷺ کو مردوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو فرمائیں: ابوبکر---[۲۱]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمائیں کہ حضور ﷺ ہر روز ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔ دنیا حضور ﷺ کی طرف جاتی ہے، حضور ﷺ ابوبکر کی طرف جاتے تھے۔ ایک زمانہ آپ ﷺ کا طالب اور آپ ﷺ صدیق اکبر کے طالب تھے---

شب ہجرت حضور ﷺ پنجوں کے بل چل رہے تھے تاکہ پیروں کے نشان نہ پڑ جائیں، اس طرح چلتے چلتے جب آپ ﷺ کے پیر زخمی ہونے لگے تو حضرت ابوبکر [۲۲] نے آپ ﷺ کو کندھوں پر اٹھالیا اور اسی طرح کندھوں پر اٹھائے ہوئے غار ثور میں داخل ہوئے۔ دوسری طرف دیکھیے جب فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو حضرت علی سے فرمایا، تو میرے کندھوں پر سوار ہو کر بتوں کو توڑ دو۔ حضرت علی نے از راہ ادب عرض کیا، حضور (فداک ابی و امی) آپ میرے کندھوں پر سوار ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

انک لا تستطیع حمل ثقل النبوۃ---[۲۳]

"اے علی! تم بار نبوت اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے"---

سوچیے! مرحب کو پچھاڑنے والے اور دروازۂ خیبر کو ایک ضرب سے اکھاڑنے والے بھی ایک آن کے لیے نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، تو ان بازوؤں کی طاقت کا کیا کہنا جو نبی کو کندھوں پر اٹھا کر مکہ سے چلتے چلتے غار ثور تک جا پہنچے---

حضور ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے سب سے زیادہ اپنی رفاقت اور مال سے مجھ پر احسان کیا وہ ابوبکر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں دنیا میں خدا کے سوا اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ ایک مرتبہ ابودرداء، حضرت ابوبکر سے آگے چل رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے ابودرداء! تم اس شخص سے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور عقبیٰ میں تم سے افضل ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں مَیں محمد (ﷺ) کی جان ہے، انبیاء اور رسل کے بعد ابوبکر سے بڑھ کر کسی شخص پر سورج طلوع ہوتا ہے نہ غروب ہوتا ہے"---[۲۴]

سفر معراج میں جب سدرہ پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا تو آگے جا کر تنہائی سے حضور ﷺ کا دل گھبرانے لگا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں ایک کلام پیدا کیا:

قِفْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ---

یہ آواز سنتے ہی حضور ﷺ کا مضطرب دل تسکین پا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں اگر کسی سے حضور ﷺ کا دل بہلتا ہے تو ابوبکر سے بہلتا ہے۔ اسی لیے غارِ ثور کی تنہائی میں ابوبکر کو ساتھ لیا تھا اور جب جنازۂ ابوبکر کو روضۂ رسول ﷺ پر پیش کیا گیا تو اسی لیے آواز آئی تھی:

ادخلوا الحبیب الی الحبیب---[۲۵]

''حبیب کو حرم حبیب میں داخل کر دو''---

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا:

یالیتنی کنت سھو محمد (ﷺ)---[۲۶]

''کاش کہ میں حضور ﷺ کا سہو ہی ہو جاتا''---

یعنی حضرت ابوبکر کو حضرت محمد ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں مقبول سے مقبول شخص کا بڑے سے بڑا عمل بھی حضور ﷺ کے سہو کے برابر نہیں ہو سکتا---

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت [۲۷] نازل ہوئی:

و لو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم---

''اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کر دیں''---

تو حضرت ابوبکر صدیق کہنے لگے، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو میں خود کو قتل کر دیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

صدقت---''تم نے سچ کہا ہے''---

جبریل امین علیہ السلام رسول ملائکہ ہیں، انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں، فرشتوں میں سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں، مگر فرشتوں میں محبت کہاں، محبوب کے اشارے پر جان دینے کا جذبہ کب۔ جبھی تو جبریل سدرہ سے آگے حضور ﷺ کے بلانے پر نہ آئے اور کہہ دیا:

لو دنوت انملة لاحترقت---

''اگر میں ایک پورا آگے گیا تو جل جاؤں گا''---

جبریل میں تقدس تھا، ملکوتیت تھی، رسالت کی عظمت تھی، سب کچھ تھا مگر جذب صدیقی نہ تھا، اگر وہاں ان کی جگہ ابوبکر ہوتے تو ہزار بار جل جاتے مگر حضور ﷺ کی بات نہ ٹالتے---

اہل حق کہتے ہیں کہ جس جگہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے

کیوں کہ افضلیت کا مدار حضور ﷺ ہیں۔آپ ﷺ عرش پر چلے جائیں تو عرش افضل اور فرش پر ہوں تو فرش افضل ہے۔جب یہ حق ہے تو کہنا پڑے گا کہ ابوبکر کا مقام عرش سے بھی اونچا ہے کیوں کہ حضرت ابوبکر اس جگہ فروکش ہیں، جہاں حضور ﷺ آرام فرما ہیں---

الحاصل ابوبکر کیا ہیں، آئینۂ جمال مصطفیٰ، سیرت رسول کا سراپا، اللہ کے محبوب، رسول اللہ ﷺ کے مطلوب، جوان سے بگڑے گا، اس سے رسول اللہ ﷺ بگڑ جائیں، جن پر نکتہ چینی اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں۔اطاعت رسول میں جبریل جن کا ہمسر نہیں اور عرش الٰہی کو جن سے مساوات کا یارا نہیں---

حوالہ جات

۱......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۳
۲......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۳۰۸
۳......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۳۸۰
۴......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۳۸۰
۵......مشکوٰۃ، صفحہ ۵۶۰
۶......بیہقی و کامل بن عدی و مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، صفحہ ۷۸
۷......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۶۷
۸......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۱۶
۹......ترمذی، صفحہ ۵۲۷
۱۰......عمدۃ القاری، جلد ۵، صفحہ ۱۹۱
۱۱......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۵۱۷
۱۲......الصواعق المحرقہ، صفحہ ۶۹
۱۳......ایضاً، صفحہ ۶۹
۱۴......ایضاً، صفحہ ۷۴
۱۵......الصواعق المحرقہ، صفحہ ۷۰
۱۶......ایضاً، صفحہ ۷۴
۱۷......روح المعانی، جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۰
۱۸......ترمذی، صفحہ ۵۲۶
۱۹......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۵۱۸
۲۰......ایضاً
۲۱......صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۵۱۷
۲۲......انسان العیون، جلد ۲، صفحہ ۲۰۳/ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۸
۲۳......انسان العیون، جلد ۳، صفحہ ۲۹
۲۴......ایضاً، جلد ۲، صفحہ ۲۱۴
۲۵......تفسیر کبیر، جلد ۵، صفحہ ۴۶۵
۲۶......مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، صفحہ ۱۶۱
۲۷......الصواعق المحرقہ، صفحہ ۷۳



زمانہ جن کے قدموں میں تھا

ابن آدم کے قلم سے

خلیفۂ رسول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، ملت اسلامیہ کے امیر بنائے جانے کے بعد وہ اگلے روز تجارت کے لیے بازار کا رخ کرتے ہیں تو اصحابِ نبوی عرض کرتے ہیں کہ کاروبارِ حکومت کون انجام دے گا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: میرے اہل وعیال کو نان نفقہ کیسے ملے گا، اگر میں تجارت نہ کروں؟ اصحاب نبوی نے چھ درہم وظیفہ مقرر کر دیا تا کہ یہ فکر معاش سے آزاد ہو کر امور سلطنت انجام دیں۔ یہ وظیفہ صرف خورد و نوش کے لیے تھا، کچھ دن کے بعد گھر میں حلوہ تیار ہوا، خلیفۂ رسولؓ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ اس حلوے کے لیے رقم کہاں سے آئی؟ کیوں کہ جو وظیفہ ہمیں ملتا ہے اس کے مطابق اتنی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اہلیہ نے کہا کہ وہ کچھ رقم اس وظیفے سے پس انداز کرتی رہی تھیں، آج وہ رقم اس قدر ہو گئی

کہ حلوہ تیار ہو گیا۔ خلیفہ رسول ﷺ اسی لمحے مسجد نبوی پہنچے اور لوگوں سے کہا کہ میرے وظیفے سے اتنی رقم کم کردی جائے کیوں کہ اتنی رقم کم کر دینے سے بھی ہمارا گزارا ہو سکتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر فارق ﷺ کا مشہور واقعہ ہے، بیت المقدس کی فتح پر جب وہ وہاں بلائے گئے تو سواری کے لیے صرف ایک اونٹ اور ایک غلام ہمراہ لیا اور راستے میں عدل کے تقاضے کی تکمیل کے لیے باری مقرر ہوئی، کچھ وقت غلام سوار ہوتا اور امیر المومنین سواری کی مہار تھامے پا پیادہ چلتے اور پھر امیر المومنین سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا۔ بیت المقدس پہنچے تو لشکر اسلام کے کمان داروں نے شہر سے باہر امیر المومنین کا استقبال کیا اور ان سے عرض کی کہ سفر کی وجہ سے امیر المومنین کا چہرہ اور لباس گرد آلود ہے، وہ غسل کر کے عمدہ لباس سے آراستہ ہوں کیوں کہ ساکنان شہران کی راہ دیکھ رہے ہیں، وہ بیت المقدس کے فاتح کا دیدار کرنے کو بے تاب ہیں۔

44 ملکوں کا فاتح اور ملت اسلامیہ کا امیر جواب دیتا ہے کہ ہماری عزت اسلام سے ہے، شاہانہ لباس سے نہیں۔

یہ وہی ہستی ہے جس کے لیے زبان رسالت ﷺ نے یہ دعا فرمائی تھی:

''اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما''۔

وہ اگر اسلام کی عزت تھے تو اسلام ان کی عزت تھا۔ فرمایا، میں اسی لباس میں شہر میں داخل ہوں گا۔ شہر میں داخلے کے وقت سوار ہونے کی باری غلام کی آ گئی، غلام نے اپنی باری کی قربانی پر اصرار کیا لیکن امیر المومنین نے عدل کو فراموش نہیں کیا، انہیں محشر میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے کا خوف رہا، انہیں عہدے یا ظاہری وقار کے دکھاوے سے زیادہ اپنے ایمانی تشخص، اسلامی تعلیمات اور اصولوں کی پاس داری عزیز رہی۔ شہر کے لوگ، عمائدین وقائدین سب چشم براہ تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹ کی مہار تھامے پیدل آگے ہے اور ایک شخص سوار ہے، پیچھے لشکر اسلام آ رہا ہے، دیکھنے والوں نے پوچھا، اے مسلمانو! بتاؤ تمہارا امیر کون سا ہے؟ جواب دیا گیا، جو سواری کی مہار تھامے پاپیادہ آگے ہے، وہ ہمارا امیر ہے۔ ساکنانِ شہر محو حیرت تھے اور ان کے اہل علم پکار اٹھے کہ تمہارا سچا ہونا ثابت ہو گیا، اگر یہ فاخرانہ لباس اور سوار کی حیثیت میں آتے تو ہم ہرگز نہ مانتے، ہم نے اپنی کتابوں میں یہی پڑھا تھا کہ آخری نبی ﷺ کا جانشین بیت المقدس

کے فاتح کی حیثیت سے جب شہر میں داخل ہوگا تو خود پیدل ہوگا اور سواری پر اس کا غلام ہوگا۔

خلیفہ سوم ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک حاجت مند غروب آفتاب کے بعد ان کے دروازے پر آیا، ابھی اس نے دستک نہیں دی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آواز اس کے کانوں میں پہنچی، وہ اپنی اہلیہ سے شکایت کر رہے تھے کہ چراغ کی بتی موٹی ہے جو تیل زیادہ استعمال ہونے کا سبب بن رہی ہے۔ حاجت مند نے جب سنا تو سوچتا رہ گیا کہ وہ ایسے شخص سے حاجت براری کی کیا توقع کرے جو تیل کے معمولی سے زیادہ استعمال پر اپنی بیوی کو سرزنش کر رہا ہے؟ اس نے ارادہ کیا کہ حاجت بیان کر دیکھوں، شاید میری کچھ امداد کر ہی دیں۔ دستک سن کر امیر المومنین باہر آئے، اس حاجت مند نے اپنی حاجت بیان کی اور۔ لہجے میں زیادہ زور دے کر کہا، ضرورت کچھ زیادہ ہی ہے اور رسول کریم ﷺ سفارش لایا ہوں۔

امیر المومنین نے اس شخص کا ہاتھ تھاما، بستی سے باہر لے گئے جہاں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا سامان تجارت بڑی تعداد میں رکھا ہوا تھا۔ فرمایا، یہ سب تمہاری نذر ہے، کیا اس سے تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی؟ وہ حیران ہکا بکا دیکھتا سنتا رہ گیا۔ عرض کی، اے حضرت! یہ سب کچھ میری ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔ فرمایا، مجھے خوشی ہے کہ یہ تمہاری ضرورت سے کم نہیں۔

اس شخص نے کہا، اے حضرت! ایک بات بتایئے، چراغ کی بتی قدرے موٹی ہو جانے پر اپنی بیوی کو سرزنش کر رہے تھے، حالانکہ اس قدر چراغ روشن رکھنے میں شاید صرف ایک پیسے کا تیل زیادہ استعمال ہوتا، وہ تو آپ کو گوارا نہ ہوا اور یہاں ہزاروں کا سامان مجھے بلا تامل دے رہے ہیں؟ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بھائی! چراغ میں تیل کا زیادہ استعمال اسراف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کے جواب کی فکر رہتی ہے، اس لیے میں نے بیوی کو سرزنش کی ہے، سامان تمہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے صدقہ دیا ہے، اس پر اجر کی امید ہے اور وہاں حساب کا خوف تھا۔

علاوہ ازیں تذکروں میں آیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی سائل آیا تو آپ نے ایک چراغ بجھا کر دوسرا روشن کیا، سائل نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ پہلے چراغ میں تیل بیت المال کا تھا، جب تک میں امور مملکت انجام دیتا ہوں، وہ استعمال کرتا ہوں اور ذاتی و نجی امور میں اس

چراغ کا استعمال ہرگز روا نہیں جانتا۔

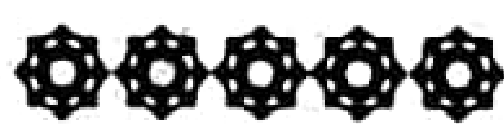
خلیفۂ چہارم حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی زہد و استغناء اور سادگی سے عبارت تھی، "باب مدینۃ العلم" میں حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

ہارون بن عنترہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سردی کے موسم میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ نے ایک بوسیدہ سی چادر اوڑھی ہوئی تھی، میں نے عرض کی: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے اہل خانہ کے لیے بھی بیت المال میں پورا پورا حق رکھا ہے، پھر یہ حالت کیوں؟ فرمایا:

"میں تمہارے مال کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، مدینہ منورہ سے یہی چادر لے کر چلا تھا، جو پہن رکھی ہے"---

علی بن ارقم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ بازار میں تلوار لیے کھڑے تھے اور فرما رہے تھے:

"اس کا کوئی خریدار ہے؟ اس اللہ کی قسم جو دانے میں سے شگوفہ نکالتا ہے، اس تلوار کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتا رہا، اگر میرے پاس چادر خریدنے کے لیے پیسے ہوتے تو اسے ہرگز فروخت نہ کرتا---



ضروری اعلان

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد رمضان المحقق النوری کا مرتب کردہ ایک اشتہار بعنوان "نعرۂ رسالت--- یا رسول اللہ" غالباً 1985ء میں شائع ہوا تھا--- اگر کسی صاحب کے پاس یہ اشتہار محفوظ ہو تو براہِ کرم اصل یا فوٹو کاپی ادارہ نور الحبیب کو ارسال کریں--- [ادارہ]



INPAGE\KHUR.INP

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصوف میں مقام

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

بظاہر یہ عنوان چونکا دینے والا ہے ""سیدنا صدیق اکبر کا تصوف میں مقام"" اس لئے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ایک صوفی کا نہیں، صحابی کا ہے' ایک راست رو اور راست گو انسان کا ہے۔ جو معاملات دنیا سے بخوبی آشنا اور زمانے کی الٹ پھیر سے آگاہ ہے' واقعات کو حقائق کی میزان میں تولنے اور نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی ہے' جسے بات کی تہہ تک پہنچنے کا خصوصی ملکہ حاصل ہے۔ آپ ایک دور اندیش مدبر' کامیاب حکمران' بااصول سیاست دان' معاملہ فہم اور دیانت دار تاجر اور سنگین ترین بحرانوں میں اپنا ذہنی و عملی توازن بر قرار رکھنے والے فرد کے طور پر جانے جاتے ہیں' جب کہ تصوف کا لفظ پڑھتے ہی ذہن خاص قسم کے مراقبوں' اعصاب شکن مجاہدوں اور پیچ در پیچ چلوں کی طرف چلا جاتا ہے' تصوف کے بارے میں تاثر یہ ہے کہ یہ ترک دنیا ہے' چلہ کشی ہے' آزار نفس ہے' ایک طرح کا عالم مدہوشی ہے' حالت جذب و جنون ہے' خود اختیاری جلاوطنی ہے' خود مسلط کردہ تنہائی ہے اور اپنی ذات کی نفی ہے اور اسی طرح صوفیاء کا نام آتے ہی ایسے لوگوں کی صورتیں پردۂ

خیال پر ابھر آتی ہیں، جو ہر وقت عالم سکر میں ہوں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں محیر العقول واقعات کا ظہور ہوتا ہے، جو پل بھر میں دنیا جہان کی خبریں لا دیتے ہیں، بغیر پروں کے اڑتے ہیں، سمندر میں مصلیٰ بچھا کر اسے کشتی بنا لیتے ہیں اور پار اتر جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک نہ تصوف کی یہ صحیح تشخیص ہے اور نہ صوفیاءؒ کی درست تصویر!

تصوف ترکِ دنیا کا نام نہیں، غرقِ دنیا ہونے سے بچنے کا انجام ہے۔ تصوف چلہ کشی نہیں، رسم عاشقی ہے۔ آزار نفس نہیں، ضبط نفس ہے۔ عالم مدہوشی نہیں، رمز بیخودی ہے۔ جلاوطنی نہیں، انا شکنی ہے۔ شوق تنہائی نہیں لذت آشنائی ہے جو

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

اپنی ذات کی نفی نہیں، ذات حق کے لئے خود سپردگی ہے اور اسی طرح صوفی وہ نہیں، جس سے محیر العقول واقعات ظاہر ہوں، بلکہ صوفی وہ ہے جس کے صحبت یافتہ اپنے نفس پر قادر ہوں۔ صوفی پل بھر میں دنیا جہان کی خبر نہیں دیتا، تاہم خالق کون و مکان کو پہچاننے والی نظر عطا کرتا ہے۔ صوفی شعبدہ باز نہیں، کردار ساز ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو ورطہ حیرت میں نہیں ڈالتا، آشنائے حقیقت بناتا ہے۔ وہ لوگوں کے راز جاننے کے لئے سینے نہیں ٹٹولتا، بلکہ دل کے دروازے کھولتا ہے۔ وہ ہواؤں میں نہیں اڑتا، نہاں خانہ قلب میں اترتا ہے۔ وہ سمندروں میں نہیں تیرتا، چوروں کی تقدیریں پھیرتا ہے۔ وہ کرشمے نہیں دکھاتا، زندگی گزارنے کے گر سکھاتا ہے۔ وہ طلسماتی ڈھنگ نہیں اپناتا، کائناتی آہنگ رکھتا ہے۔ وہ محض فاقے نہیں کاٹتا، صدیوں کی خلیج پاٹتا ہے۔ صوفی بیابانوں کا نہیں، میدانوں کا آدمی ہوتا ہے۔ وہ "از دنیا گریز" کا نہیں "بازمانہ ستیز" کا قائل ہوتا ہے۔ اگر ہم تصوف اور صوفی کے بارے میں اپنا نقطہ نظر درست کر لیں تو اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصوف کی سب سے اونچی مسند پر ہمیں جلوہ افروز نظر آئیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ تصوف بے مثل محبت کا نام ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ کنول کا

پھول اتنا شفاف نہیں ہوتا جتنا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسول ﷺ شفاف ہے۔ فرض کیا تصوف کو عمر بھر کا چلہ مان لیا جائے تو بھی دنیا جہان کے صوفیوں کے پہاڑوں کی کھوہوں میں کاٹے گئے چلے ایک طرف، مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غار ثور کی تین راتیں ان سب پر بھاری نظر آئیں گی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے "فتوح الغیب" میں فرمایا ہے۔

"تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے، سخاوت ابراہیم علیہ السلام، رضائے اسحاق علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام، مناجات زکریا علیہ السلام، غربت یحیٰ علیہ السلام، خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام، تجرد عیسیٰ علیہ السلام اور فقر محمد ﷺ"

جہانِ تصوف کے نامور شیخ کی بیان کی گئی تصوف کی تعریف پڑھیے اور اس آئینے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر دیکھیے تو دل خود بخود پکار اٹھے گا کہ سب سے پہلا صوفی وہ ہے، جسے سب سے پہلے صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

سخاوت اگر تصوف ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر سخی اور ان سے بڑا صوفی اور کون ہو سکتا ہے کہ جس دور میں عرب معاشرہ مال لوٹنے پر ناز کرتا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مال اللہ کے نام پر لٹانے کا ریکارڈ قائم کیا اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مجھے کسی کے مال نے اس قدر فائدہ نہیں پہنچایا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے"

مزاج یار کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور رضائے محبوب طلب کرنے کو حضرت شیخ نے تصوف کہا ہے تو تسلیم و رضا کو اگر ایک محسوس پیکر مان لیا جائے تو اس کا ٹھوس نمونہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنتے ہیں۔

سفر معراج سے واپسی پر ابو جہل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علی الصبح بتایا کہ تمہارا دوست کہہ رہا ہے کہ میں رات کے پچھلے مگر مختصر پہر میں آسمانوں سے ہو کر آیا ہوں، بھلا یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے؟ آپ نے فرمایا، تمہیں کس نے بتایا ہے؟ بولا،

خود تمہارے دوست نے' آپ نے جواب دیا' تم حضور ﷺ سے سن کر نہیں مانتے' میں تمہارے منہ سے سنی ہوئی بات پر ایمان لاتا ہوں' اگر سدرہ نشین علیہ السلام پل بھر میں زمین کے فرش پر اتر سکتا ہے تو حجرہ نشین ﷺ مختصر پہر میں فراز عرش پر بھی جاسکتا ہے۔ خوئے تسلیم کی اس سے بڑھ کر کیا مثال ہو سکتی ہے۔

صبر تصوف کا خاصہ ہے اور صبر کیا ہے؟ ایک جگہ جم جانا' اپنے موقف پر دشمنوں کے مقابلے میں مزاحمتوں کے جواب میں' مخالفتوں کے طوفان میں' عہد وفا پر' اپنے قول پر'

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے' اعلان نبوت کے پہلے روز جو عہد باندھا تھا' دنیا نے رکاوٹوں کے ہزار بند باندھے مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منزل انقلاب پر جا کر کمر کھولی۔ عہد نبوت کے تیئیس سال اور دور خلافت کے اڑھائی' سال کتنے کٹھن مرحلے آئے' ہر مرحلہ حوصلہ شکن اور ہر لمحہ اعصاب توڑ مگر یہ صبر صدیقی ہے' جس نے حالات کے جبر کے سامنے سپر نہیں ڈالی۔ خواہ دار ارقم کی خلوت ہو یا صحن کعبہ کی اذیت' شعب ابی طالب کے فاقے ہوں یا سفر طائف کے صدمے' مکے کی گلیوں کی مزاحمت ہو یا سوشل بائیکاٹ کی کلفت' بدر میں تعداد کی قلت ہو یا احد میں وقتی شکست' دور تبوک کی تنگی و عسرت ہو یا فتح مکہ کا جشن مسرت' کیا کیا ہنگامہ خیز مرحلے تھے' وہ وہ حشر اٹھا کہ دل بیٹھ بیٹھ گیا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے رہ گئے۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

مناجات کو تصوف میں خاص مقام حاصل ہے' مناجات کیا ہے؟ بندے کا احساس کمتری اور خدا کی ذات کے لئے اعتراف برتری۔ رب کے تخاطب کا ایسا انداز کہ انسان دعا میں ڈھل جائے' اسے مناجات کہتے ہیں۔ آپ دیکھئے مناجات کی اس سے زیادہ اثر اندازی کیا ہو سکتی ہے کہ ثانی اسلام ہم نشین غار' رفیق بدر اور جلیس قبر رسول اپنے

رب کے حضور فریاد کناں ہے:

"کاش میں پرندہ ہوتا' ایک درخت سے دوسرے پر اڑتا' بیٹھتا اور قیامت کے حساب سے بچا رہتا کاش میں سوکھی لکڑی ہوتا' جسے لوگ جلا ڈالتے تاکہ قیامت میں جلنے سے بچ جاتا"

غربت دنیا کے لئے باعث ندامت ہے مگر اہل اللہ کے لئے سامان ہزار عزت۔ غربت کا معنی اجنبیت ہے' جسے کوئی نہ جانے' نہ پہچانے۔ دنیا کے التفات سے محروم شخص کو اجنبی کہتے ہیں۔ وہ شخص خود کو بد نصیب سمجھتا ہے' جو "دنیا میں اجنبی بن کر رہ جائے" مگر صوفی اس پر فخر کرتا ہے کہ "دنیا اس کے لئے اجنبی ہو کر رہ جائے"

دنیا میں اجنبی ہونا اور دنیا سے اجنبی بننا دو مختلف کیفیات ہیں' ایک کیفیت درد سر ہے اور دوسری سرمایہ فقر ہے ۔

لوگ جانیں مجھے محروم وقار و تمکین
وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوقار خاندان کے معزز شہری تھے مگر اسلام کے لئے اجنبی کہلائے' یہ الگ بات ہے کہ رفیق نبی ﷺ کا اعزاز حاصل کر لیا۔ اگر اجنبیت کے بدلے میں ایسی رفاقت ملے تو یہ غربت نہیں سب سے بڑی امارت ہے

خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام کو شاہ جیلان نے تصوف کی علامت کہا ہے۔ ہند اور سندھ کے صوفیوں نے بہت خرقے پہنے ہوں گے اور خرقہ پہن کر بہت بڑا صوفی کہلایا ہوگا مگر غزوۂ تبوک کی تیاریوں کے دور میں جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر بھر کا سارا سامان حضور ﷺ کی نذر کر دیا اور ٹاٹ کے پیرہن میں کانٹوں کے تکمے لگا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو یہی وہ خرقہ تھا' جس کی دھوم فلک الافلاک پر پہنچی' اس روز جبریل امین علیہ السلام اسی حال میں وحی لے کر آئے کہ ٹاٹ کا لباس زیب تن تھا۔ حضور ﷺ کو اس پر تعجب ہوا اور فرمایا یہ کیا ہے؟ حضرت جبریل امین

علیہ السلام نے عرض کیا' ایک مجھ پر کیا موقوف ہے' تمام فرشتے اسی لباس میں ملبوس ہیں کیوں کہ آج ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ٹاٹ کا خرقہ سلطنت سماوی کا سرکاری لباس قرار پایا ہے۔

تجرد بھی تصوف کا ایک خاص مقام ہے' تجرد کیا ہے؟ علیحدگی' کس سے؟ ماسویٰ اللہ سے' آرزوؤں سے' آلائش نفس سے' ہوس زر و مال سے' حب جاہ و منصب سے' مفادات عاجلہ سے' حتیٰ کہ اللہ کے لئے وطن' مال' اولاد اور جان سے علیحدگی' بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجرد میں کمال تفرد حاصل کیا' اللہ ورسول کے لئے وطن مالوف مکہ کو چھوڑا' ہجرت کی رات گھر بار کو چھوڑا' ہر آزمائش کے موقع پر اپنے مال و منال سے ہاتھ کھینچا۔ غزوۂ بدر میں اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کا مقابلہ کیا' رہا جان کا معاملہ' تو اس بارے میں ان کا طرز عمل یہ رہا۔

یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

فقر محمد ﷺ تصوف کی جان ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مرد فقیر کسی نے دیکھا ہوگا' فقر نعرہ نہیں ایک رویہ ہے' اسلوب اظہار نہیں' خوب صورت شعار ہے' فقیر وہ نہیں جس کا دامن تہی ہو بلکہ وہ ہے جس کا دل غنی ہو' فقر یہ نہیں کہ دولت نہ ہو بلکہ فقر یہ ہے کہ دولت کی چاہت نہ ہو' فقر غربت کا نام نہیں ایک کیفیت کا نام ہے' اس کا احساس صرف مرد فقیر کو ہوتا ہے' جب وہ دنیا سے غنی بن کر فرش خاک پر بیٹھتا ہے تو خود کو ہمسایہ جبریل سمجھتا ہے' فاقے ہوں تو اس کی سانس گھٹتی نہیں۔ زر و جواہر پاس ہوں تو دل کی دھڑکن بڑھتی نہیں' یہ لوگ شاہان بے تاج اور خسروان بے کلاہ ہوتے ہیں' ان کی شان قلندری کے سامنے آن بان سکندری بے معنی ہوتی ہے' ان کی فقیری میں کونین کی امیری کا رنگ جھلکتا ہے' فقر کی یہ شان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آپ کو اسوۂ صدیقی میں نظر آئے گی کہ آپ جانشین رسول ﷺ ہیں۔ لیکن بیوہ کو بکری کا دودھ دوہنے میں مدد دیتے ہیں' دس لاکھ مربع میل کے

حکمران ہیں لیکن ایک بوڑھی کے گھر کی روزانہ صفائی کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین ہیں لیکن منصب امارت سنبھالنے کے ٹھیک دوسرے روز کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بیچنے کو بازار نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ خزانہ عامرہ دسترس میں ہے لیکن تنخواہ ایک مزدور کے برابر لیتے ہیں۔

ان کی حدود حکومت برابر بڑھتی جاتی ہیں' مگر گھر کا اثاثہ روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ حکمران زندگی میں اپنے زرنگار مقبرے بنوا لیتے ہیں مگر ریاست اسلامی کا پہلا باقاعدہ امیر وصیت کر جاتا ہے کہ مجھے تن کے کپڑوں میں کفن دینا' کفن کا نیا کپڑا کسی زندہ کے کام آجائے گا اور میرا جنازہ روضہ رسول ﷺ پر لے جانا' اذن ملے تو وہیں دفنا دینا' نہیں تو شہر سے باہر پیوند خاک کر دینا' یہی وہ فقر ہے جس کو ذات رسالت مآب ﷺ نے اپنے لئے فخر قرار دیا ہے۔

اب تک جو کچھ کیا گیا ہے اگر تصوف یہی ہے اور یقیناً یہی ہے تو امت کے پہلے صوفی ہونے کی قبائے زیبا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قامت رعنا پر راست آتی ہے۔

چونکہ عام طور پر لوگ "صوفی" اسے سمجھتے ہیں جو سر تراشیدہ ہو خرقہ پوش ہو' تسبیح بدست ہو' مردم بیزار ہو' حق ھو' حق ھو میں مست ہو اور کفن بردوش ہو' حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں جس طرح کوئی شخص ٹیڑھی ٹوپی پہن کر بگڑ بیٹھنے سے سکندر نہیں بن جاتا' اسی طرح محض سر منڈانے سے آدمی قلندر نہیں ہوتا۔ مقام تصوف حاصل کرنے کے لئے کچھ اوصاف درکار ہیں' کچھ صفات مطلوب ہیں۔ تصوف کوئی عہدہ نہیں بلکہ ایک ذائقہ ہے' جس کی لذت اٹھانے کے لئے ویسا منہ چاہیے ؎

دل میں طوفان وفا' آنکھوں میں سیل اشتیاق
عشق سے پہلے مذاق عاشقی پیدا کرو

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

الحاج محمد علی ظہوری کا آخری کلام

الحاج محمد علی ظہوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ اردو اور پنجابی نعت کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت کے حامل بزرگ شاعر اور نعت خواں تھے۔ ۱۸ تا ۲۱ جولائی ۱۹۹۹ء کے مبارک دنوں میں وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان میاں محمد نواز شریف صاحب کی معیت میں عمرہ اور زیارت حرمین طیبین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ ظہوری صاحب نے ۲۰ جولائی ۱۹۹۹ء کی مبارک شب گیارہ بجے مکین گنبد خضریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور' مبارک جالیوں کے اندر سرکاری وفد کے ہمراہ حاضری کا شرف حاصل کیا' جو ان کے لئے فلاح دارین کا سبب ہے۔ وطن عزیز واپسی پر انہوں نے اپنی دلی کیفیات کو نظم کا جامہ پہنایا' جو بذات خود ایک نعت بھی ہے اور دلی واردات کا اظہار بھی ----(ادارہ)

رحمت نے مجھ کو درد و الم سے بچا لیا
میں نے بھی اپنا سویا مقدر جگا لیا

اب اس سے بڑھ کے کون سی نعمت طلب کروں
آقا نے اپنے روضے کے اندر بلا لیا

حد ادب میں دل بھی دھڑکنے سے ڈر گیا
اشکوں نے خود کو پلکوں کے اندر چھپا لیا

ان کا کرم ہے جس کو بھی چاہیں نواز دیں
اس کا نصیب جس کو بھی اپنا بنا لیا

کیا کچھ دیا نہ آپ نے سائل کے ہاتھ میں
جو جس کا تھا نصیب' وہی اس نے پا لیا

یہ تھا ظہوریؔ روز شفاعت میرے لئے
اس حاضری نے مجھ کو وہیں بخشوا لیا

انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد
سب سے اعلیٰ شخصیت

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ممدوح کائنات ہیں--- محبوب رب الارض والسموات جل جلالہ ہیں--- سببِ تخلیق کون و مکان ہیں--- مالک و مختار کل جہاں ہیں--- آپ کی محبت دلیلِ ایمان اور آپ سے عداوت بغض و نفاق ہے--- جو قدموں میں آیا فیض یاب ہوا، جو دور رہا، محروم رہا--- جنھوں نے آپ کی محبت کو سینوں میں بسایا، بحالتِ ایمان آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ کے دیدار پرانوار سے آنکھوں کو پرنور کیا، دلوں کو پر سرور کیا، وہ آسمان ہدایت کے نجوم قرار پائے، امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے منارۂ نور ٹھہرے--- جو ان کے راہوں کے راہی بنے، فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے---

حضور ﷺ کے یہ عاشق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوامت کے رہبر ہیں، حضور ﷺ کی ہر ادا پر مرمٹنا، ان کے اشارۂ ابرو پر جان فدا کر دینا، اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے--- یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال ہے، مگر اس میدانِ عشق میں سب پر سبقت لے جانے والے اور جادۂ عشق کے میر کارواں ہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ---

کون صدیق؟

پیارے مصطفیٰ ﷺ کے جانشین صدیق--- رمزِ رسالت کے امین صدیق--- کمالات رسول ﷺ کے مظہر صدیق--- تسلیم و رضا کے پیکر صدیق--- سراپا عزم و استقامت صدیق--- مجسمہ حکمت و فراست صدیق--- خاصۂ خاصانِ عشق و وفا صدیق--- مرقعِ صدق و صفا صدیق--- اتباع و اطاعت کی تصویر صدیق--- آفتاب رسالت کی تنویر صدیق--- خیر الامت صدیق--- محسن ملت صدیق--- علم بردار مساوات صدیق--- محافظ زکوٰۃ صدیق--- جامع قرآن صدیق--- صاحب ایمان وعرفان وایقان صدیق---

- وہ محبوبِ محبوبِ خدا، جس نے محبت کا حق ادا کر دیا--- جس نے حضور ﷺ کی رضا و خوش نودی کے لیے اپنے آرام کو تج دیا--- جس نے زندگی کے ہر موڑ پر رفاقت کا حق ادا کیا--- جس کا شکریہ ادا کرنا، حضور ﷺ نے اپنی امت پر واجب قرار دیا اور آپ کی محبت کو عینِ ایمان اور آپ سے بغض رکھنے کو کفر کے ہم پلہ قرار دیا:

  ((حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُھُمَا کُفْرٌ))---

  [تاریخ الخلفاء، صفحہ۵۳]

- جن کی عظمت کا اندازہ حضور ﷺ کے اس فرمان گرامی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

  ((خِصَالُ الْخَیْرِ ثَلَاثُ مِائَۃٍ وَّ سِتُّوْنَ خَصلۃ اذا اراد اللّٰہُ بعبدٍ خَیْراً جعل فیہ خصلۃً منھا یدخلُ بھا الجنۃَ قال ابوبکر یا رسول اللّٰہ! اَفِیَّ شَیْئٌ منھا قالَ نعم جمعًا مِن کُل))---

  [تاریخ الخلفاء، صفحہ۵۸/ الصواعق المحرقہ، صفحہ۴۷]

  ''بھلائی کی تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ان میں سے کسی ایک خصلت کے ساتھ متصف کر دیتا ہے، جس کے سبب وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کیا ان

خصائل میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی پائی جاتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہاں، تیرے اندر تمام کی تمام خوبیاں موجود ہیں"---

- وہ صدیق اکبر--- جو بے سایہ نبی ﷺ کے ظلِ اعظم ہیں، جن کے دل پر شعاعِ غیبی کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا ہے، جن کے متعلق عالم ماکان و مایکون ﷺ نے فرمایا:

((مَا فُضِّلکُم اَبُو بَکرٍ بِکثرۃِ صَومٍ وَّ لا صَلوٰۃٍ وَ لٰکِن بِشَیئٍ وُّقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ))---[الیواقیت و الجواھر، جلد۲، صفحہ۷۳]

"ابوبکر کو تم سب پر نماز اور روزہ کی کثرت کی بنا پر برتری نہیں بلکہ ان کی فضیلت کی وجہ، وہ خاص چیز ہے جو ان کے سینے میں ودیعت کی گئی ہے"---

نیز فرمایا:

((مَا صَبَّ اللّٰہُ فِی صَدرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِی صَدرِ اَبِی بَکرٍ))---

[نزھۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۸۲]

"جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینۂ پاک میں ڈالا ہے، وہ سب کچھ میں نے ابوبکر کے سینے میں نچوڑ دیا ہے"---

گویا وہ اسرار و مغیبات اور انوار و تجلیات جو سید الانبیاء ﷺ کے قلب اطہر پر وارد ہوئیں، وہ سب کچھ قلبِ ابی بکر پر متجلی ہوئے--- اللہ اللہ! اس قدر رفعت و عظمت کے باوجود آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ آپ کے لیے بارگاہ خداوند قدوس سے مزید درجات طلب کرتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَبُوبَکرٍ مَعِیَ فِی دَرَجَتِیْ یَومَ القِیٰمَۃِ فَاَوْحی اللّٰہُ اِلَیْہِ ان اللّٰہَ قَدِ اسْتَجَابَ لَکَ)) ---[حلیۃ الاولیاء، جلد۱، صفحہ۳۳/مقدمۃ الھدایۃ، اخیرین، از مولوی عبدالحی لکھنوی، صفحہ۵/نورالابصار، صفحہ۵۵]

"بارالٰہا! ابوبکر کو روز قیامت میرے ساتھ میرے مرتبے پر فائز فرما--- اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس دعا کی قبولیت کی بشارت دی"---

محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا مرتبہ ہوگا، روزِ محشر--- بقول شاعر:

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

ابن عبد ربہ، کتاب بہجۃ المجالس میں روایت کرتے ہیں کہ حضور پرنور افضل صلوات اللہ

تسلیماتہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا، پھر ایک فرشتہ آ کر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا، اے گروہ مسلمانان!

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفُنِیْ فَاَنَا مٰلِکٌ خَازِنُ النَّارِ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ جَھَنَّمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَ اِنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اشْھَدُوْا ھَاہُ اِشْھَدُوْا---

”جس نے مجھے پہچانا اس نے مجھے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ دوزخ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد ﷺ کو دے دوں اور محمد ﷺ کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق کے سپرد کر دوں، ہاں ہاں! گواہ ہو جاؤ“---

پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہو کر پکارے گا، اے گروہ مسلمین!

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفُنِیْ فَاَنَا رِضْوَانٌ خَازِنُ الْجِنَانِ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ الْجَنَّۃِ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَ اِنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ ھَا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ھَا اَشْھَدُوْا ھَاہُ اِشْھَدُوْا---

[الامن و العلیٰ (اعلیٰ حضرت محدث بریلوی)، حدیث: ۶۸]

”جس نے مجھے جانا، اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغہ جنت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد ﷺ کو دے دوں اور محمد ﷺ کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو سپرد کر دوں۔ ہاں ہاں! گواہ ہو جاؤ، ہاں ہاں! گواہ ہو جاؤ“---

- وہ متقی صدیق---جن کے تقوے پر خداوند قدوس نے ﴿وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی﴾ کہہ کر مہر لگا دی، جس کے نیک اعمال کے آگے اعداد و شمار اپنے عجز کے معترف ہیں---

اصحاب رسول کا جمگھٹا ہے---ستاروں کے جھرمٹ میں نبوت کا چاند جلوہ گر ہے---آقا ﷺ نے لب وا کیے---صحابہ (رضی اللہ عنہم) سراپا گوش بن گئے---غیب کی خبریں بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا:

”ابھی ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے، میں نے ان سے عمر کے فضائل کے بارے میں پوچھا، جبریل علیہ السلام نے کہا:

جب تک نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے (تقریباً ایک ہزار سال) اتنی طویل مدت تک

میں عمر کے فضائل میں رطب اللساں رہوں، جب بھی ان کے فضائل بیان نہ کر پاؤں---

وَ اِنَّ عُمَرَ حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ---

[تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۱/ الصواعق المحرقہ، صفحہ ۸۰]

"اور عمر، ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی (کے برابر) ہیں"---

- افضلیت صدیق اکبر پر اس سے بڑھ کر مزید کسی دلیل کی کیا حاجت رہ جاتی ہے، کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

((مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَ لَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ))---[الریاض النضرۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶]

"انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد ابوبکر صدیق سے افضل پر سورج طلوع یا غروب نہیں ہوا"---

یعنی صدیق اکبر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں---

اے صاحبِ رسول خداوند بحر و بر
صدیق پاک ، مخزنِ تصدیق کے گہر
اے یارِ غار، اس سے زیادہ میں کیا کہوں
بعد انبیا بزرگ توئی قصہ مختصر

- آپ عزم مسلسل کے پیکر تھے، آپ کی مجاہدانہ شان کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے داغ مفارقت دیا، تو ہر طرف ایک کہرام سا مچ گیا، اسلام کی بنیادیں زلزلہ بپا دکھائی دینے لگیں، بہت سے لوگ مرتد ہو گئے، بغاوت کی خبروں نے بڑے بڑے جگر رکھنے والوں کو خوف زدہ کر دیا، ایسے میں ہمت کا چراغ بنے اور تمام مشقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے---

- افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ وہ انہیں اپنا آقا اور تاج دار سمجھتے تھے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس حقیقت کو یوں منکشف کرتے ہیں:

لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ بِهِمْ---[الصواعق المحرقہ، صفحہ ۸۴]

"اگر تمام روئے زمین کے لوگوں کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور

دوسری جانب اکیلے ابوبکر کا ایمان ہو، جب بھی ایمانِ ابوبکر والا پلڑا غالب و بھاری رہے گا"---

آپ کی اس خصوصی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینۂ پاک کا بال بننے کی آرزو کرتے ہوئے برملا اظہار کرتے:

"کاش میں سینۂ ابوبکر کا ایک بال ہوتا"---

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نگاہ میں

حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کی عظمت کے خطبے پڑھتے نظر آتے ہیں، کہیں فرماتے ہیں:

خَیْرُ النَّاسِ بَعدَ رسولِ اللّٰہِ ﷺ ابوبکرٍ و عمرُ لا یَجْتَمِعُ حُبِّیْ وَ بُغْضُ اَبِی بَکرٍ وَ عُمَرَ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ---[تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۹]

"رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں ابوبکر افضل ہیں، میری محبت اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے بغض کسی مؤمن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا"---

کہیں آپ کے خلیفہ برحق ہونے کا اعلان فرماتے ہیں:

مَا مَاتَ رسولُ اللّٰہ ﷺ حتّٰی عَرَفْنَا اَنَّ افضَلنا بَعْدَ رسولِ اللّٰہِ ﷺ ابوبکرٍ و ما مَات ابوبکرٍ حتّٰی عرَفْنا اَنَّ اَفْضَلَنَا بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ عُمَرُ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما---[نورالابصار، صفحہ ۵۴]

"رسول اللہ ﷺ کے وصال سے پہلے ہم نے واضح طور پر پہچان لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے افضل ہیں اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں"---

اسی پر بس نہیں بلکہ جب رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ایک لشکر جرار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں (جسے حضور ﷺ نے خود تیار فرمایا تھا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روانہ فرمایا، مدینہ پاک میں بہت قلیل فوج باقی رہ گئی، بعض قبائل کی طرف سے مدینہ پاک پر قابض ہوجانے کی افواہیں گردش کرنے لگیں، تو خلیفۂ رسول نے مدینہ پاک کے اردگرد جن پہرے داروں کو حفاظت کے لیے مقرر فرمایا، ان میں سرفہرست نام حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تھا---

اس سے ہردو حضرات کے باہمی تعلق اور محبت واخوت کا پتہ لگانا کچھ مشکل نہیں---

● مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایسی بے شمار روایات منقول ہیں، جن کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل سمجھتے تھے، آپ کو خلیفہ برحق بھی مانتے اور آپ کے بہترین مشیر تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ نظام اسلام آپ کے دم قدم سے قائم ہے---

ابتدائی ایام خلافت میں جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکر اسلامیہ کے ساتھ تلوار لہراتے ہوئے ''ذی القصہ'' کی طرف کوچ کرنے لگے، اس مرحلہ پر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے جو کردار پیش کیا، وہ تاریخِ اسلام کا ایک سنہری باب ہے--- آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سواری کی مہار تھامی اور بایں الفاظ اپنی عقیدت کا اظہار کیا:

''اے خلیفہ رسول! کدھر تشریف لیے جا رہے ہیں، آج آپ کو میں وہی بات کہتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو جنگ احد کے موقع پر فرمائی:

لِمَ سَیفَکَ وَ لا تَفْجَعْنَا بِنَفْسِکَ اِرْجِعْ اِلَی الْمدینۃِ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ اَصَبْنا بِکَ لا یکونُ للاسلامِ بَعْدَکَ نِظامٌ اَبَداً---

[البدایہ و النہایہ، جلد ۶، صفحہ ۳۱۵]

مدینہ پاک کی طرف واپس لوٹ آؤ، اپنی تلوار میان میں ڈال لیں اور ہمیں اپنی دائمی جدائی سے دردناک نہ کیجیے، خدا کی قسم! اگر آپ نے اپنی مفارقت کی وجہ سے ہمیں دکھ پہنچایا تو پھر آپ کے بعد اسلام کا نظام ہمیشہ کے لیے درہم برہم ہو کر رہ جائے گا''---

چناں چہ آپ نے لشکر بھیج دیا اور خود واپس تشریف لے آئے---

● جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، مدینہ منورہ کی فضا نالہ وشیون اور حزن وملال میں تبدیل ہوئی، درد وغم کا وہی حال تھا، جو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینے ہجر صدیق کے باعث پھٹے جا رہے تھے، مولا علی رضی اللہ عنہ چشم پرنم سے کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کو خطاب کرتے ہیں--- آپ نے فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا جو طویل خطبہ ارشاد فرمایا، اس کے لفظ لفظ سے محبت کی خوش بو مہکتی ہے، سطر سطر سے عقیدت کے موتی جھلملاتے ہیں---

اختصار کے پیش نظر اس تاریخی خطبہ کا صرف ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے--- صحابیِ رسول

حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا تو آپ کے جسد اطہر پر ایک چادر ڈال دی گئی اور مدینہ منورہ کی فضا نالہ وفغاں سے لرز اٹھی اور وہی کیفیت پیدا ہوگئی، جس طرح رسول اللہ ﷺ کے وصال پر ہوئی تھی---خبر وصال سنتے ہی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

اَلْیَوْمَ اِنْقَطَعَتْ خلافَۃُ النُّبُوَّۃِ---

"آہ! آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہوگیا"---

پھر اس مکان کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے، جس میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جسد مقدس رکھا ہوا تھا اور بارگاہ صدیقی میں نہایت فصاحت و بلاغت سے عقیدت ومحبت کے پھول یوں نچھاور کیے:

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یَا اَبَا بَکْرٍ کُنْتَ اِلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ اُنْسَہٗ وَ مُسْتَرَاحَہٗ وَ ثُقَتَہٗ وَ مَوْضِعَ سِرِّہٖ وَ مُشَاوِرَتِہٖ---

"اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے، آپ رسول اللہ ﷺ کے لیے الفت، محبت وراحت وسرور کا باعث اور حضور ﷺ کے معتمد، راز دار اور مشیر تھے"---

کُنْتَ اَوَّلَ الْقَوْمِ اِسْلَامًا وَّ اَخْلَصَھُمْ اِیْمَانًا وَّ اَشَدَّھُمْ یَقِیْنًا وَّ اَخْوَفَھُمْ لِلّٰہِ وَ اَعْظَمَھُمْ غِنَاءً فِیْ دِیْنِ وَ اَحْوَطَھُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ---

"آپ ساری قوم میں اسلام لانے میں سب سے اوّل، ایمان میں سب سے زیادہ مخلص، یقین میں سب سے مضبوط، خدا خوفی میں سب سے بڑھ کر، دین کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش تھے---آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر باش، اسلام پر سب سے زیادہ مہربان، اصحاب رسول کے لیے سب سے زیادہ بابرکت اور صحبت وسنگت کے لحاظ سے سب سے بہترین تھے---آپ کے مناقب بہت زیادہ تھے---آپ نیکیوں میں سب سے سبقت لے جانے والے، مرتبہ میں سب سے بلند تر اور حضور ﷺ کی بارگاہ تک رسائی اور وسیلہ میں سب سے قریب تھے---آپ صورت وسیرت، حسن ہیئت اور رحمت وفضل میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے---بارگاہ رسالت میں آپ قدر ومنزلت اور عزت وکرامت میں

سب سے بڑھ کر تھے اور حضور ﷺ کی نظر میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے--- اللہ تعالیٰ آپ کو رسول کریم ﷺ اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے"---

آپ رسول اللہ ﷺ کے ہاں بمنزلہ سمع وبصر (کان اور آنکھ کی مانند) تھے--- آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت تصدیق کی، جب سب لوگوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی تھی--- تب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کا نام صدیق رکھا اور فرمایا:

وَ الَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖ---[الزمر،۳۹:۳۳]

"اور وہ جو سچائی لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی"---

سچائی لے کر تشریف لانے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور ان کی تصدیق کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں---

جب لوگوں نے بخل سے کام لیا، آپ نے دل کھول کر مدد اور غم خواری کی--- جب لوگ لاتعلق ہو کر الگ بیٹھ گئے، تو ان تنگیوں اور تکلیفوں میں آپ نے حضور ﷺ کا ساتھ دیا--- مشکل وقت میں آپ نے حضور ﷺ کی سنگت کا حق ادا کر دیا--- غار کے اندر آپ دو میں سے دوسرے اور حضور ﷺ کے رفیق تھے--- اور وہ آپ ہی تھے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان اور سکینت اتاری گئی--- آپ ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے رفیق اور اللہ تعالیٰ کے دین میں اور امت پر حضور ﷺ کے خلیفہ تھے--- آپ نے خلافت کا حق ادا کر دیا---

جب لوگ مرتد ہونے لگے تو آپ نے دین کا جھنڈا تھام کر یوں مردانہ وار مقابلہ کیا کہ کسی نبی کے خلیفہ کی ایسی مثال نہیں ملتی--- جب دوسرے ساتھیوں نے بزدلی دکھائی، آپ اٹھ کھڑے ہوئے، جب انہوں نے سستی کا مظاہرہ کیا تو آپ میدان میں نکل آئے--- جب انہوں نے کمزوری ظاہر کی، تو آپ قوی ثابت ہوئے---

جب لوگ مضطرب تھے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھا--- آپ حضور ﷺ کے خلیفہ برحق تھے--- منافقین کی ریشہ دوانیوں، کافروں کی تلملاہٹ، حاسدین کی ناپسندیدگی اور باغیوں کے غیظ وغضب کے باوجود

آپ کی ذات ہر نزاع اور ٹکراؤ سے بالاتر تھی---

جب لوگ بزدل ہو گئے، آپ غلبہ دین کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے---جب لوگ گھبرا کر ڈانواں ڈول ہوئے تو آپ ثابت قدم رہے---جب لوگ ٹھٹک کر رک گئے، تو آپ نورِ الٰہی کی روشنی میں آگے بڑھتے چلے گئے---پھر انہوں نے بھی آپ کی پیروی کی اور انہیں ہدایت نصیب ہوگئی---آپ کی آواز سب سے پست، مگر تاثیر کے لحاظ سے سب سے بلند تھی---آپ کی گفتگو سب سے زیادہ باوقار، مؤثر اور درست تھی---آپ بہت کم گفتگو فرماتے اور اکثر خاموش رہتے---آپ کی ذات سب سے زیادہ بہادر تھی---آپ معاملہ فہمی میں سب سے بڑھ کر---عمل میں سب سے زیادہ فضیلت و شرف والے تھے---

خدا کی قسم! آپ اہلِ دین کے سب سے بڑے رہنما تھے---پہلے پہل جب لوگ دین سے ہٹے ہوئے تھے اور بعد میں بھی جب وہ دین کی طرف متوجہ ہو گئے، آپ اہل ایمان کے لیے مہربان باپ تھے---اس مہر پدری سے وہ آپ کی اولاد بن گئے---جو بھاری بوجھ وہ نہ اٹھا سکے، آپ نے اٹھا لیے---جو ان سے فروگزاشت ہوئی، اس کی آپ نے نگہ داشت کی---جو چیز انہوں نے کھو دی، اس کی آپ نے حفاظت کی---جو انھوں نے نہ جانا، وہ آپ نے جان لیا---جب وہ عاجز ہو گئے تو آپ نے کمر ہمت باندھ لی---جب وہ گھبرا گئے تو آپ نے صبر و استقامت سے کام لیا---آپ نے داد خواہوں کی دادرسی کی، انہوں نے اپنی راہ نمائی کے لیے آپ کی جانب رجوع کیا اور کامیاب ہوئے---آپ کے طفیل انہیں وہ کچھ نصیب ہوا، جس کا ان کو گمان تک نہ تھا---آپ کافروں کے لیے سخت عذاب اور آتش سوزاں تھے، جب کہ مسلمانوں کے لیے رحمت، انس اور پناہ گاہ تھے---

آپ نے اوصاف کی فضا میں پرواز کی اور ان عطیات کے حصول میں کامیابی پائی---آپ ساری فضیلتیں لے گئے اور آپ نے ساری نیکیاں سمیٹ لیں---آپ کی دلیل کو شکست نہیں ہوئی اور آپ کی بصیرت کبھی کمزور نہیں پڑی---آپ کے نفس نے کبھی بزدلی نہیں دکھائی، آپ کا دل نہ کبھی گھبرایا اور نہ متذبذب ہوا---آپ اس پہاڑ کی مانند تھے، جس کو نہ شدائد ہلا سکتے ہیں اور نہ طوفان کے تند و تیز جھکڑ

اپنی جگہ سے ہٹا سکتے ہیں اور آپ اس طرح تھے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

''اے ابوبکر! تم اپنی صحبت میں اور میرے لیے مال خرچ کرنے میں سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے ہو''---

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوبکر! تم بدن میں تو ضعیف ہو، لیکن اللہ کے دین میں قوی ہو، اپنے مزاج کے اعتبار سے منکسر اور متواضع ہو لیکن اللہ کے نزدیک گرامی قدر ہو--- انسانوں کی نگاہوں میں صاحب سطوت اور ان کے دلوں میں بڑے باوقعت ہو، تمہارے بارے میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ آپ کو عیب لگائے اور نہ ہی کوئی زبان طعن دراز کر سکتا ہے''---

اے ابوبکر! کسی شخص کو آپ سے حق کے خلاف فیصلہ کرنے کی امید یا لالچ نہ تھا اور نہ مخلوق میں آپ کسی کی (بے جا) رعایت کر سکتے تھے--- عاجز اور کم زور آپ کے نزدیک قوی اور معزز تھا، جب تک کہ آپ اس کا حق نہ دلا دیتے اور طاقت ور آپ کی نگاہوں میں ناچیز تھا، جب تک کہ آپ اس سے حق لے نہ لیتے---

اس معاملہ میں قریب و بعید، سب آپ کی نظر میں برابر تھے--- آپ کا مقرب وہ تھا، جو خدا کا سب سے زیادہ فرماں بردار اور سب سے زیادہ پرہیز گار تھا--- آپ سراپا حق و صداقت اور نرم خو تھے--- آپ کا قول محکم، قطعی، حکمت سے لب ریز اور اٹل ہوا کرتا--- آپ کا حکم، بردباری اور حزم و احتیاط پر مبنی ہوتا، آپ کی رائے علم اور عزم کی آئینہ دار ہوتی--- (ان اوصاف و فضائل کی قوت سے) آپ نے باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا (اس کے بعد) راستہ صاف تھا، مشکل آسان تھی اور (فتنہ و فساد) کی آگ سرد ہو گئی---

آپ کی مدد سے دین اعتدال پر آ گیا اور آپ کی وجہ سے ایمان مضبوط بنیادوں پر استوار ہو گیا--- اسلام اور مسلمان مزید قوی ہو گئے، فرمان الٰہی غالب آ گیا، اگرچہ کفار کو یہ سخت ناگوار تھا--- اللہ کی قسم! اس حسن خدمت میں آپ سب سے آگے نکل گئے اور اپنے بعد آنے والوں کو سخت دشواری میں ڈال دیا--- آپ خیر و برکت کے ساتھ کامیاب ہو گئے--- آپ کی شان آہ و بکا سے ارفع ہے اور آپ کی مفارقت کی مصیبت اہل آسمان پر بہت بڑی ہے--- آپ کی رحلت کے صدمے نے

لوگوں کو ہلا کے رکھ دیا --- اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ --- اللہ تعالیٰ کی قضا پر ہم راضی ہیں اور اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں ---

فَوَ اللّٰہِ لَنْ یُّصَابَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِمِثْلِکَ اَبَدًا کُنْتَ لِلدِّیْنِ عِزًّا وَّ حِرْزًا وَّ کَھْفًا ---

"اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جیسی مصیبت آج پہنچی ہے، مسلمانوں کو پھر کبھی نہیں پہنچے گی --- آپ دین کی عزت، حفاظت اور پناہ تھے" ---

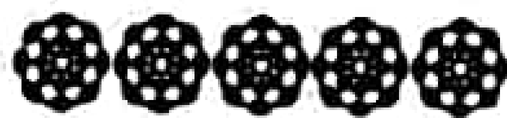
آپ مسلمانوں کے لیے جمعیت، مضبوط قلعہ اور فریاد رس تھے اور منافقوں کے لیے سخت غیظ و غضب تھے --- اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے نبی کریم ﷺ سے ملا دے اور ہمیں آپ کے (غم میں صبر) کے اجر سے محروم نہ رکھے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ فرمائے --- بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے" ---

راوی کا بیان ہے کہ جب تک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم خطبہ دیتے رہے، سب آدمی خاموش رہے، جب آپ خطبہ تمام فرما چکے، تو ایک ہنگامہ آہ و بکا شروع ہو گیا اور سب نے ہم آواز ہو کر کہا:

اے رسول اللہ ﷺ کے داماد! آپ نے بالکل درست فرمایا ---

[الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، جلد ا، صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر صحابہ کے ممدوح اور انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہیں --- رضی اللہ عنہ



حضرت فاروق اعظم اور حضرت مولا علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری

درس گاہِ نبوی کے فیض یافتگان اپنے معلم ومربی ﷺ کی صحبتِ کیمیا اثر سے کندن بن چکے تھے، انہوں نے اپنے کریم آقا ﷺ کی ایک ایک ادا کو اپنے قلب وقالب میں یوں سمولیا تھا کہ وہ سیرت واخلاق مصطفوی کے مظہر وامین بن کر دنیا بھر کے امام ومقتدا ٹھہرے--- صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صف شکن مجاہد بھی تھے اور شب زندہ دار عابد بھی، وہ کفار کے لیے ننگی تلوار تھے تو اپنوں کے لیے سراپا محبت اور مجسمۂ مہر ومودت تھے--- رب کائنات نے اپنے سرمدی کلام میں اپنے ان بندوں کے اوصاف حمیدہ کو عالم آشکار کیا اور فرمایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾---[الفتح:۲۹]

"اور وہ (سعادت مند) جو آپ (ﷺ) کے ساتھی ہیں، کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقت ور ہیں اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں"---

راز دان حقیقت حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے اس آیہ مبارکہ کے مفہوم کو قالبِ شعر میں یوں ڈھالا:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یوں تو تمام صحابہ کرام ہی اغیار کے لیے فولاد اور اپنوں کے لیے سراسر پیکر محبت و وداد تھے، لیکن خلفائے راشدین---حضور ﷺ کے چار یاروں--- کے کردار میں یہ اوصاف بطور خاص بھرپور انداز میں نمایاں ہیں، ان کے رویے میں کفار پر شدت کا حال تو رزم گاہوں اور حق و باطل کی معرکہ آرائیوں میں دیکھا جا سکتا ہے، مگر باہمی احترام اور محبت کی جھلک دکھانے کے لیے حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے باہمی احترام کے حوالے سے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

فاروق اعظم کی علی مرتضٰی سے عقیدت

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے اور آغاز سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کیا تو آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ابا جان! پہلے مجھے دیں، میں زیادہ مستحق ہوں، کیوں کہ میں خلیفہ کا بیٹا ہوں---آپ نے فرمایا: بیٹے! یہ تو نے کیا کہہ دیا؟--- پہلے ان کے باپ جیسا باپ اور ان کے جد امجد جیسا جد کریم تو لا---شہزادگان مال لے کر گھر پہنچے تو انہوں نے تمام واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا--- آپ نے فرمایا، جاؤ اور امیر المومنین کو یہ خوش خبری سنا دو، جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ کے پاس جبریل امین علیہ السلام، اللہ رب العالمین جل جلالہ کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے تھے کہ:

عُمَرُ سِرَاجُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ---
"عمر جنتیوں کے سورج ہیں"---

شہزادگان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوش خبری سنائی تو آپ نے حد درجہ خوشی اور مسرت و انبساط کا اظہار کیا اور فرمایا، شہزادو! جو بات آپ نے کہی ہے، ذرا اپنے والد گرامی سے لکھوا لاؤ[نور الابصار، صفحہ ۶۵] امام محب طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے اور کہا، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

"عمر سراج اہل جنت ہے"---

آپ نے کہا، ہاں---حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تو پھر مجھے یہ لکھ کر دیں، چناں چہ حضرت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر لکھی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھٰذَا مَا ضَمِنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ---

''یہ ضمانت نامہ ہے، علی بن ابی طالب کی طرف سے، عمر بن خطاب کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل (علیہ السلام) سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے سنا کہ عمر جنتیوں کے سراج ہیں''---

حضرت عمر نے اسے محفوظ کرلیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی:

اِذَا اَنَا مِتُّ وَ غَسَلْتُمُوْنِیْ وَ کَفَّنْتُمُوْنِیْ فَادْرِجُوْا ھٰذِہٖ مَعِیَ فِیْ کَفَنِیْ حَتّٰی اَلْقٰی بِھَا رَبِّیْ---

''میری وفات کے بعد تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت علی کی اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو یہ تحریر (ضمانت نامہ) میرے ساتھ ہو''---

چنانچہ آپ کے وصال کے بعد اس وصیت پر عمل کیا گیا---[الریاض النضرۃ، جلد۲، صفحہ۲-۳۱۱]

حضرت علی کی تمنا

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تو آپ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

وَ اللّٰہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ بِصَحِیْفَتِہٖ مِنْ ھٰذَا الْمُسَجّٰی بِالثَّوْبِ---[طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۳۷۰]

''اللہ کی قسم! میرے نزدیک روئے زمین پر اس کفن پوش (عمر فاروق) سے زیادہ محبوب اور کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اس جیسا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں'' (یعنی میری تمنا ہے کہ میرا اعمال نامہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعمال نامہ کے مشابہ ہو)---

''مرتضیٰ، مشکل کشا، مولا علی'' کے ایک باب سے اقتباس



حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت کی لفظی تصویر مشہور محدث حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحبِ حلیۃ الاولیاء کی زبانی یوں ہے:

ثَانِی الْقَوْمِ عُمَرُ الْفَارُوْقُ ذُو الْمَقَامِ الثَّابِتِ الْمَأْنُوْقِ أَعْلَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ دَعْوَۃَ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ وَ فَرَّقَ بِہٖ بَیْنَ الْفَصْلِ وَ الْھَزْلِ وَ أَیَّدَ بِمَا قَوَاہُ بِہٖ مِنْ لَوَامِعِ الطُّوْلِ وَ مَھَّدَ لَہٗ مِنْ مَّنَائِحِ الْفَضْلِ وَ شَوَاھِدِ التَّوْحِیْدِ وَ بَدَّدَ بِہٖ مَوَادَ التَّنْدِیْدِ فَظَھَرَتِ الدَّعْوَۃُ وَ رَسَخَتِ الْکَلِمَۃُ---[۱]

"قوم کے دوسرے فرد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، جو شان دار غیر فانی مرتبے کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کا اعلان فرمایا، انھی کے طفیل فیصلہ کن اور بے کار باتوں کے درمیان امتیاز پیدا کیا۔ ان کی قوت و دبدبے کے سبب اللہ تعالیٰ نے آیات بینات کی تائید فرمائی اور ان کی شخصیت اور سیرت کے لیے عطا کردہ فضائل اور دلائل توحید کی راہ ہموار کی، ان کے ذریعے ہی

قابل مذمت گروہ کو اللہ تعالیٰ نے منتشر فرمایا۔ یہ دعوت حق غالب آئی اور کلمہ حق کو ثبات عطا ہوا"---

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عمر (رضی اللہ عنہ) بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب العدوی القرشی---

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص تھی، دربار نبوی سے آپ کو "الفاروق" کا لقب عطا ہوا۔ آپ قبیلۂ قریش کی ایک شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابو جہل عمرو بن ہشام کا قبیلہ بنو مخزوم آپ کے ننھیال ہیں۔ ابو جہل رشتے میں آپ کا ماموں تھا، کیوں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ابو جہل کے سگے چچا کی بیٹی تھیں۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت ۱۳ ر عام الفیل ہے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری پیدائش حرب الفجار کے چار سال بعد ہوئی تھی۔ آپ زمانہ جاہلیت میں بھی اشراف قریش میں شمار ہوتے تھے۔ قریش کی سفارت کا منصب جن جن لوگوں کے حصے میں آتا رہا، ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ اس عہد کی سفارت دراصل متحارب قبائل کے درمیان مصالحت کرانے سے عبارت تھی۔

قبول اسلام

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی تاریخ انسانی کے ان ڈرامائی واقعات میں سے ایک ہے، جن سے تاریخ کا رخ بدلتا رہا۔ رسالت مآب ﷺ نے دعا فرمائی تھی:

"اے اللہ! عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے جسے تو پسند فرماتا ہے، اس کے طفیل اسلام کو غلبہ و عزت عطا فرما"---

رحمت عالم ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور یہ سعادت خطاب کے بیٹے عمر کے حصے میں آئی، جو فاروق بن کر حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم کرنے والے اور مثالی عادلانہ حکومت قائم کر کے تاریخ میں فاروق اعظم کی حیثیت سے جگہ پانے والے تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حلقہ بگوش اسلام ہونا سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے منصب نبوت کا شرف پانے سے ایک گونہ مشابہت رکھتا ہے، ایک آگ لینے کے لیے طور سینا پر چڑھے اور نور نبوت سے نوازے گئے، دوسرے شمشیر بدست آگ بگولا ہو کر بزعم خویش نور نبوت کا چراغ گل کرنے کے لیے گھر سے نکلے، مگر حق کے داعی بن کر لوٹے اور نور نبوت کے لیے جاں نثار اور حق و باطل کے درمیان

فیصلہ کن قوت بن گئے۔ قبول اسلام کا یہ ڈرامائی واقعہ تاریخ میں اس طرح ضبط تحریر میں آیا ہے کہ آپ گھر سے تلوار لے کر داعی حق ﷺ کا قصہ پاک کرنے کے لیے نکلے تھے، مگر دار ارقم تک پہنچنے سے پہلے ہی قدرت ان کے لیے کچھ اور راہ متعین کر چکی تھی، اپنی بہن کے گھر میں کتاب حق کی چند آیات نے عمر بن الخطاب کی تقدیر بدل دی اور وہ عمر الفاروق بن کر تاریخ کا دھارا بدلنے کے لیے میدانِ عمل میں آ گئے۔ حافظ عبدالبر کا قول ہے:

فَكَانَ اِسْلَامُهٗ عِزًّا ظَهَرَ بِهِ الْاِسْلَامُ---[۲]

''ان کا حلقہ بگوش اسلام ہونا حق کے لیے تمہید ثابت ہوا اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا''---

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے، یہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال کا واقعہ ہے۔ مہاجرین اوّلین میں سے جو لوگ ایمان سے مشرف ہو چکے تھے ان میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ سب سے نمایاں اور سب سے اہم ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تحریک اسلامی کے تاریخی واقعات اور سیرت نبوی کے انتہائی اہم واقعات میں سے ایک ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ بات بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا فوری سبب کتاب اللہ کی اثر انگیزی ہے۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان کتاب اللہ کے اعجاز اور پیغام حق ہونے کی اوّلین شہادتوں میں سے ایک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ قبول اسلام سے چند دن پہلے میں بزعم خویش پیغمبر اسلام ﷺ کا قصہ پاک کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اور حملہ آور ہونے کی ایک کوشش پہلے بھی کر چکا تھا، آپ ﷺ مسجد حرام میں عبادت میں مشغول تھے، میں جوں ہی پہنچا، آپ ﷺ نے سورہ الحاقہ کی تلاوت شروع کی، میں قرآن کریم کے معجزانہ اسلوب پر حیرت و تعجب کی کیفیت محسوس کرنے لگا، میں نے دل میں کہا کہ قریش سچ ہی کہتے ہیں، آپ ﷺ شاعروں کا سا اسلوب بیان رکھتے ہیں مگر جب آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝﴾---[۳]

''یہ ایک کرامت والے پیغام رساں کی زبانی پہنچنے والا کلام ہے، یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، ہاں تم میں ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں''---

تب میرے دل میں آیا کہ قریش آپ ﷺ کو کاہن بھی تو کہتے ہیں، پھر آپ ﷺ کاہن ہوں گے۔ اگلی آیت میں اس بات کی بھی نفی تھی:

﴿وَ لَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۝﴾---[۴]

"یہ کسی کاہن کی کہاوت بھی نہیں ہے، مگر تم میں سے نصیحت پکڑنے والے بہت کم ہیں"---

پھر آپ ﷺ نے اگلی آیات تلاوت فرمائیں:

﴿تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ۝﴾---[۵]

"یہ تو تمام جہانوں کے پروردگار کا نازل کردہ پیغام حق ہے، اگر رسول گھڑی ہوئی باتیں ہمارے سر تھوپتا تو ہم پوری قوت سے اس کا مواخذہ کرتے"---

ان آیات نے مجھے الجھن میں ڈال دیا، میں متاثر ہو چکا تھا، مگر کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا، اسی الجھن میں واپس لوٹنا پڑا تھا۔

اس کے بعد ایک دن پھر تلوار لے کر پکا ارادہ کر کے گھر سے نکلا، راستے میں نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، جو بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے اور حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فخریہ انداز میں انہیں اپنے عزم سے آگاہ کیا تو حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم ایسا کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اپنے آباء کے مذہب سے منحرف ہو چکے ہو، نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں تمہیں اس سے بھی ایک عجیب تر بات بتاتا ہوں، تمہاری اپنی بہن فاطمہ اور ان کے شوہر سعید بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی تمہارے آبائی مذہب کو ترک کر چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیظ و غضب کے عالم میں اپنا رخ بدل لیا، پہلے اپنی بہن کے گھر پہنچے، وہاں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی تھی، مگر انہیں دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کہ ابھی ابھی میں نے تم لوگوں کی زبان سے کیا باتیں سنیں؟ دراصل حضرت فاطمہ بنت خطاب کے گھر میں سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کی تلاوت ہو رہی تھی۔ میاں بیوی نے جواب دیا، ہم تو اپنے مطلب کی باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہو چکے ہو۔ ان کے بہنوئی کہنے لگے:

"اے عمر! اگر سچائی تمہارے مذہب کے بجائے کسی اور جگہ ہو تو؟"---

یہ سنتے ہی وہ اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور انہیں روندنے لگے۔ بہن نے آگے بڑھ کر شوہر کو بچانے کی کوشش کی تو حضرت عمر نے زور سے ان کے منہ پر تھپڑ دے مارا، جس سے ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا، وہ ناراضگی میں کہنے لگیں:

عمر! تم کیا سمجھتے ہو اگر تمہارا آبائی مذہب سچا نہ ہو تب بھی اسی پر اڑے رہو گے؟

پھر بے ساختہ ان کی زبان پر کلمہ شہادت رواں ہو گیا---

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ---

بہن اور بہنوئی کی اس ثابت قدمی اور عزم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر شکستگی اور مایوسی کی کیفیت طاری کر دی، بہن سے آیات قرآنی پڑھنے کے لیے مانگیں تو وہ کہنے لگی:

"نہیں تم ناپاک ہو، اللہ تعالیٰ کے کلام کو صرف پاک صاف لوگ ہی چھو سکتے ہیں"---

بہن اور بہنوئی کے کہنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا، سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھنے لگے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۝﴾---[۶]

"بلا شبہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے تم میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز قائم کرو"---

تو کہنے لگے کہ مجھے اسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو۔

کلیم طور کے منصب نبوت سے سرفراز ہونے کے اس تذکرۂ ربانی نے تاریخ انسانی کے "فاروق اعظم" کے دل کو ہلا کر رکھ دیا، وہ آگ لینے گئے تو نبوت سے نوازے گئے، یہ آگ بگولا ہو کر نبوت کو مٹانے گئے تو نبوت کے جاں نثار اور حق و باطل کے درمیان حد فاصل بن کر لوٹے۔ یہ سن کر حضرت خباب جو وہاں تعلیم قرآن کے لیے آئے ہوئے تھے اور گھر میں چھپے بیٹھے تھے، سامنے آ کر کہنے لگے:

"عمر! تجھے خوش خبری ہو، مجھے یوں لگتا ہے کہ جمعرات کی شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی، وہ تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے"---

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں فرمایا تھا:

''عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو عزت وسربلندی عطا فرما''---

تاریخ اسلام کے اس فیصلہ کن موڑ کا ایک منظر تو یہ تھا، دوسری جانب اہل اسلام اپنے رسول ﷺ کے ساتھ دارارقم میں جمع تھے، تاریخ اپنے صفحات الٹنے کے لیے تیار ہو چکی تھی اور کاتب تقدیر عمر بن الخطاب کو نبوت کا کام تمام کرنے کے بجائے نبوت کے کام کی تکمیل کا کام سونپنے کا فیصلہ صادر کر چکا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمر کو آتا دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر تو یہ اچھی نیت سے آرہے ہیں تو ٹھیک بات ہے اور اگر ابن الخطاب کی نیت کچھ اور ہے، تو پھر ان کی تلوار سے ہماری تلوار زیادہ کارگر اور کامیاب ہے۔

رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے، حضرت عمر کو گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑا، تو وہ ان کے قدموں میں گر پڑے، دل زبان سے پہلے ہی کلمہ شہادت پڑھ چکا تھا اور اب اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کا ورد زبان پر بھی رواں ہو گیا تھا۔ یوں گویا فیصلہ کن گھڑی میں فیصلہ کن شخصیت اپنے فیصلہ کن الفاظ ادا کر رہی تھی۔

الفاروق

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

''یارسول اللہ! ہم زندہ رہیں یا مر جائیں، دونوں صورتوں میں حق پر ہم ہی نہیں ہیں؟''---

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! مجھے اس ذات کی قسم ہے، جس کے قبضے میں میری جان ہے، اب تمہیں موت آئے یا تم زندہ رہو، حق پر تم ہی ہو''---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تو پھر یہ پوشیدہ پیغام حق کی تبلیغ کیوں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو رسول برحق بنا کر مبعوث کیا ہے، اب تو حق کھل کر سامنے آئے گا اور باطل کو بھاگنا ہوگا''---

چناں چہ مسلمان دو ٹولیوں میں دارارقم سے باہر آئے، ایک کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، یہ دونوں چھوٹے چھوٹے قافلے بیت الحرام کی طرف

رواں تھے، ان کے قدموں سے اٹھنے والا غبار یہ اعلان کر رہا تھا کہ آج کے بعد کفر اور اسلام کا کھلا مقابلہ ہوگا۔ مسلمان بیت اللہ میں پہنچے تو قریش حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مسلمانوں کے ساتھ دیکھ کر سکتے میں آگئے۔ یہی وہ موقع تھا جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو "الفارق" (حق و باطل میں فرق کو واضح کردینے والا) کے لقب سے نوازا تھا۔[۷]

ھجرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد مسلمان زیادہ عرصہ مکہ میں نہ ٹھہرے، ہجرت مدینہ کا آغاز ہو چکا تھا، رسول اکرم ﷺ کی اجازت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب یثرب کے لیے روانہ ہوئے تو قریش کے ایک اجتماع کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا:

"محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک جاں نثار عمر بن الخطاب مکے کو چھوڑ کر جا رہا ہے، تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بیوہ دیکھنا چاہے اور بچوں کو یتیم بنانے کی آرزو رکھتا ہو تو میرا راستہ روکنے کی ہمت کرے"۔۔۔

اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین اوّلین کے زمرے میں شامل ہوگئے۔[۸]

معرکۂ بدر اور بیعت رضوان کے علاوہ تمام معرکوں میں آپ رسول اللہ ﷺ کے شریک سفر رہے۔ حافظ ابن عبدالبر کے قول کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ﷺ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خوش تھے۔

۱۳ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد منصب خلافت سنبھالا اور بہترین انداز میں اس منصب کو نبھایا۔ اللہ کے مال میں عام آدمی کے حق کے برابر اپنا حق ٹھہرایا، اللہ نے ان کے عہد خلافت میں مصر، شام، عراق اور ایران کی فتوحات مکمل فرمائیں۔ آپ پہلے مسلمان حکمران ہیں جنہوں نے اہلیت اور خدمت کی بنیاد پر مسلمانوں کے نام رجسٹر پر درج کروائے اور ان کے وظائف مقرر کیے۔ وہ اللہ کے دین کے معاملات میں نہ تو کسی کا لحاظ کرتے تھے اور نہ ہی کسی سے ڈرتے تھے۔[۹]

مناقب

تذکرہ نگاروں نے ان کی لفظی تصویر قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے، جس کے مطابق آپ گندمی رنگ، دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی اور اسے مہندی سے رنگا کرتے تھے۔ آنکھوں کی سرخی بہت شدید تھی، رخسار ہلکے تھے، طبیعت کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بہت سخت گیر مشہور تھے۔ان کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ جہاں سے گزرتے،لوگ راستہ چھوڑ کر ایک طرف کھڑے ہوجاتے۔حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"عمر کی ہیبت سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے"---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِہٖ---[۱۰]

"اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل اور زبان پر حق کو حاکم بنایا"---

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَّکَانَ عُمَرَ---[۱۱]

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا"---

متعدد مواقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی بعد میں کتاب اللہ کی آیات کے مطابق وہی صحیح ثابت ہوئی۔مقام ابراہیم،حرمت شراب،مسئلہ پردہ اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں جو رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ظاہر فرمائی تھی،وہ اللہ تعالیٰ کی منشا اور پسند کے مطابق ثابت ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ---

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اَشَدُّ اُمَّتِیْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ---

اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عمر میری تمام امت سے زیادہ سخت ہیں---[۱۲]

مشہور انگریز مستشرق مسٹر نکلسن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت وکردار اور خدمت اسلام کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

Simple and frugal; doing duty without fear or favour; energetic even to harshness, yet capable of tenderness towards the weak; a severe judge of others and especially of himself, he was a born ruler and every inch a man. Looking back on the turmoils which followed his death, one is inclined toagree with the opinion of a saintly doctor who said five centuries

afterwards that the good fortune of Islam was shrouded in the grave clothes of Umar-bin-Alkhttab---[۱۳]

''سادہ اور کفایت شعار، اپنے فرض کو کسی خوف اور نرمی کے بغیر نبھانے والا، توانا اور طاقت ور، حتیٰ کہ کافی درست، تاہم کمزوروں کے لیے موزوں حد تک نرم، دوسروں اور خصوصاً اپنی ذات کے لیے کڑا منصف، وہ ایک پیدائشی حکمران اور مردِ کامل تھا، وہ ہنگامے جو ان کی شہادت کے بعد رونما ہوئے انھیں دیکھ کر ہر کوئی روحانی پیشوا کی رائے کے ساتھ اتفاق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جس نے پانچ سو سال بعد کہا تھا:

''بالآخر اسلام کی خوش قسمتی کو عمر بن خطاب کی صورت میں کفن پہنا کر دفن کر دیا گیا''---

امام شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گوناں گوں صلاحیتوں اور خوبیوں کی مالک نادر شخصیت کا چند لفظوں میں یوں نقشہ پیش کرتے ہیں:

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ را بمنزلہ خانہ تصور کن، کہ درہائے مختلف دارد، ودر ہر صاحب کمالے نشستہ---[۱۴]

''فاروق اعظم کے سینے کو ایک گھر تصور کرو جس کے مختلف دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ایک باکمال شخصیت بیٹھی نظر آئے گی''---

مصر کے معروف سیاست دان، صحافی اور مؤرخ محمد حسین ہیکل، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت پر اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الفاروق عمر'' میں حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیتوں اور کرداروں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے ان دونوں کی سیرت اور شخصیت کو اجاگر کرنے کے لیے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کو کافی سمجھتے ہیں، جو ان دونوں ہستیوں کی تصویر پیش کرتا ہے۔[۱۵]

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدیہ لے کر رہا کرنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی گردنیں مار دینے کا مشورہ دیا تھا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی مثال یوں بیان فرمائی کہ ملائکہ میں ابو بکر کی مثال حضرت میکائیل کی سی ہے جو اللہ کے بندوں کے لیے رحمت و بخشش کا پیغام لے کر آتے ہیں، انبیاء کرام میں ان کی مثال حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی سی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے لیے شہد سے زیادہ شیریں و

خوش گوار تھے، قوم نے تو انہیں دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا تھا مگر وہ ان سے یہی کہہ پائے تھے:

﴿اُفٍّ لَّکُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَO﴾---[۱۶]

''تم پر اور اللہ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے ہو، ان پر افسوس ہے تو کیا تم میں عقل ہی نہیں؟''---

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں اپنے رب سے یہ بھی عرض کیا تھا:

﴿فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌO﴾---[۱۷]

''ان میں سے جو میری پیروی کرے گا وہ تو میرا ساتھی ہے ہی مگر جو میری نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے آپ غفور رحیم ہیں''---

حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے بارے میں یہ بات کہیں گے:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُO﴾---[۱۸]

''اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دیتا ہے تو یہ تیرے بندے ہی ہیں اور اگر تو ان کی بخشش فرماتا ہے تو غلبہ وعلم تجھے ہی سزاوار ہے''---

اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال ملائکہ میں جبرائیل کی سی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب اور دشمنانِ حق کے لیے جذبہ انتقام بن کر نازل ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال سیدنا نوح اور موسیٰ علیہما السلام کی سی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے منکرینِ حق کے متعلق اپنے رب سے یوں عرض کیا تھا:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا﴾---[۱۹]

''اے پروردگار! ان منکرینِ حق میں سے روئے زمین پر کوئی باشندہ بھی مت چھوڑ''---

اپنی قوم کے نافرمان وسرکش لوگوں کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا تھا:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَO﴾---[۲۰]

''اے پروردگار! ان کے مال ودولت کو نابود کردے، ان کے دلوں کو جکڑ دے. کیوں کہ جب تک یہ دردناک عذاب نہیں دیکھیں گے، ایمان نہیں لائیں گے''---

مثالی حکمران

تاریخ انسانی میں جن حکمرانوں نے اپنے آرام اور ذاتی مفاد کو رعایا کے آرام اور مفادات کے لیے قربان کیا تھا، ان میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سر فہرست ہی نہیں، سر عنوان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ محمد الخضری [۲۱] کے قول کے مطابق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان حکمرانوں میں سے تھے جو عامۃ الناس کی خوشیوں کے لیے سب کچھ کر گزرتے تھے، حتیٰ کہ وہ تو اپنے گورنروں پر بھی عام رعایا کی ہر بات کو ترجیح دیتے تھے۔

تاریخ کے علاوہ کتب حدیث و سیرت میں اس قسم کے واقعات بکثرت بکھرے پڑے ہیں، جو ان کی رعایا پروری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حضرت خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی مسجد کے امام تھے، ان کی بیٹی ایک مرتبہ کہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راستے میں ملیں، کہنے لگیں، امیر المؤمنین! میرے شوہر فوت ہو چکے ہیں، چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں، جو فاقے کا شکار، بھوک سے نڈھال پڑے ہیں، میں خفاف بن ایماء کی بیٹی ہوں، جو صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے وہیں رک گئے:

مرحبا بنسب کریم --- ''خوش آمدید، سلسلہ نسب بہت عظمتوں والا ہے'' ---

پھر لوٹ گئے، ایک مضبوط اونٹ پر خوراک اور لباس کے علاوہ دیگر اشیائے ضرورت لاد دیں، اونٹ کی مہار یہ کہتے ہوئے اس خاتون کے ہاتھ میں دے دی کہ لو یہ سب تمہارے لیے ہے۔ جب یہ ختم ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی اور انتظام فرما دیں گے۔

کسی ساتھی نے کہا، امیر المؤمنین! آپ نے تو اس عورت کو بہت کچھ دے ڈالا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

''تیرا برا ہو، مجھے تو اس لڑکی کا باپ اور بھائی اب بھی ایک قلعے کا محاصرہ کرنے کے بعد اس میں فاتحانہ داخل ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں، جن کی بدولت اگلی صبح ہمیں بھاری مقدار میں مال غنیمت میسر آیا تھا'' --- [۲۲]

اوزاعی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں کہیں جا رہے تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہو لیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں داخل ہوئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ صبح ہی اس گھر میں گئے، ایک معذور بڑھیا تھی، جو تنہا رہ رہی تھی، پوچھا یہ آدمی جو تمہارے پاس رات کو آتا ہے، کون ہے اور کیا لینے آتا ہے؟ وہ کہنے لگی، مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک مدت سے میری

دیکھ بھال کے لیے آتا ہے اور میری ضروریات پوری کرتا ہے۔ حضرت طلحہؓ دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسنے لگے کہ میں بزعم خویش عمرؓ کی غلطیوں کی ٹوہ میں لگا ہوا تھا اور یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔[۲۳]

مدینے کی گلیوں میں پہرے دار کے بھیس میں گھومتے ہوئے حضرت عمرؓ کو ایک بچی کے رونے کی آواز آئی، عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی ان کے ہمراہ تھے، حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، بی بی! اللہ سے ڈرو، اپنے بچوں پر ترس کھاؤ۔ یہ بات اس رات کئی مرتبہ دہرائی گئی۔ رات کے آخری حصے میں ایک مرتبہ پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت سے یہی بات کہی اور پوچھا کہ آخر تمہارے بچے کو ہوا کیا ہے۔ وہ کہنے لگی میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں، کیوں کہ عمر دودھ پیتے بچوں کو وظیفہ نہیں دیتے۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت عمرؓ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہہ رہے تھے، عمر برباد ہو گیا۔ معلوم نہیں کتنے مسلمان بچوں کا خون اس کی گردن پر ہے، پھر اعلان فرمایا کہ آج سے پیدا ہوتے ہی ہر بچے کا وظیفہ خود بخود ملنا شروع ہو جائے گا۔ خلافت کے دور دراز علاقوں میں بھی یہی فرمان پہنچا دیا گیا۔[۲۴]

زید بن اسلم راوی ہیں کہ مدینے میں قحط سالی کی سی کیفیت تھی۔ حضرت عمرؓ اکثر روزے سے ہوتے تھے، افطاری کے بعد تیل میں روٹی کے بھگوئے ہوئے ٹکڑے ہی کھانے کو میسر آتے تھے۔ ایک دن لوگوں کے لیے بیت المال کا ایک اونٹ ذبح کرایا گیا، سب نے کھایا، لوگوں نے کوہان اور جگر کا کچھ گوشت حضرت عمرؓ کے لیے الگ کر لیا تھا، معلوم ہونے پر فرمانے لگے کہ میں خود چنی ہوئی چیزیں کھاؤں اور لوگوں کو ردی کھلاؤں تو مجھ جیسا برا حاکم اور کوئی نہیں ہوگا۔ پاس ہی شمع کی بستی ہے، تین دن سے وہاں کے لوگوں کی خبر گیری کے لیے نہیں جا سکا، مجھے ڈر ہے کہ وہ بھوک سے نہ بلک رہے ہوں، جاؤ یہ گوشت ان تک پہنچا دو۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَ زِنُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا---[۲۵]

"اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے، اپنا محاسبہ کر لو اور اس سے پہلے کہ تمہیں تولا جائے، تم اپنے آپ کو خود جانچ لیا کرو"---

اقبال کے ہاں اپنا محاسبہ خود کرنے کی جو اہمیت ہے وہ حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کی روشنی میں کتنی اہم معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی ہر رات اپنے دن بھر کے اعمال کا خود محاسبہ کرتے تھے،

جس سے انہیں اصلاح احوال اور بہترین رویہ اپنانے میں مدد ملتی تھی۔ اقبال بھی اپنا محاسبہ کرنے والوں کو قدرت کی تلوار سے تشبیہہ دیتے ہیں:

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب [۲۶]

کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ یوں فرمایا:

لَا تَكَلَّمْ فِيمَا لَا يَعْنِيكَ وَاعْرِفْ عَدُوَّكَ وَاحْذَرْ صَدِيقَكَ إِلَّا الْأَمِينَ وَلَا أَمِينَ إِلَّا مَنْ يَخْشَى اللّٰهَ وَلَا تَمْشِ مَعَ الْفَاجِرِ فَيُعَلِّمُكَ مِنْ فُجُورِهٖ وَلَا تُطْلِعْهُ عَلٰى سِرِّكَ ولا تشاور فی امرک الا الذین يخشون اللّٰه عزوجل---[۲۷]

''جس بات سے مطلب نہ ہو اس میں مت دخل دو، اپنے دشمن کو پہچانو، اپنے دوست کے بارے میں احتیاط برتو، ہاں جو امانت دار ہو اور امین وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے، بدکار کی ہمراہی مت اختیار کرو، وہ تمہیں اپنی بدکاری سکھا دے گا، اسے راز بھی مت بتلانا، اپنے معاملات میں مشورہ صرف انہیں لوگوں سے کرنا، جو اللہ سے ڈرتے ہیں''---

اقوال

❶ و اللّٰہ لقد لان قلبی فی اللّٰہ حتّٰی لھو الین من الزبد و لقد اشتد قلبی فی اللّٰہ حتّٰی لھو اشد من الحجر---

''اللہ کی قسم! میرا دل جب اللہ کی خاطر نرم ہوا تو یہ حالت ہو گئی کہ وہ مکھن سے بھی زیادہ نرم بن گیا اور اللہ کی خاطر میرے دل میں ایسی شدت پیدا ہوئی کہ میرا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا''---[۲۸]

سیدنا عمر بن الخطاب ﷺ کا یہ قول ہمیں مرد مؤمن کی وہ شان یاد دلاتا ہے جس کا اقبال نے بار بار تذکرہ کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن [۲۹]

اور یہی نصیحت ہے جو نوجوانانِ ملت کے لیے:

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا [۳۰]

2 ایک موقع پر فرمایا:

کونوا اوعیة الکتاب و ینا بیع العلم و سلوا اللّٰہ رزق یوم بیوم---[۳۱]

"کتاب اللہ کے حامل اور علم کے سرچشمے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ سے آئے دن کی روزی طلب کرنے پر اکتفا کرو"---

سادگی

حضرت عمر بن الخطاب ﷜ کی طبیعت میں سادگی اور تواضع کے ساتھ ساتھ حسن ذوق اور حسن معاملہ کے اوصاف بھی موجود تھے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ حسن بن علی ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب ﷜ کو منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو ان کی قمیص پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ وہ لباس، رہن سہن اور خوراک میں بھی سادگی اختیار کرتے تھے۔[۳۲]

جہاں تک حسن ذوق کا تعلق ہے تو حضرت عمر ﷜ ان خلفاء میں سرفہرست ہیں جو ذوقِ حکمرانی کے ساتھ ساتھ ذوقِ سخن میں بھی کامل تھے۔ عربی تنقید میں آراء کو آج بھی عرب نقاد بہت اہمیت دیتے ہیں، فتح بیت المقدس کے سفر کے دوران انہیں فرصت میسر آئی تو ادب کے موضوع پر گفتگو ہوئی، عبداللہ ابن عباس ﷜ سے جب یہ کہا کہ مجھے شاعروں کے شاعر کا کچھ کلام سناؤ، تو انہوں نے کہا، امیر المؤمنین! وہ کون ہے؟ وہی جس کا انداز بیان الجھا ہوا نہیں ہوتا تھا، جو نامانوس قسم کے الفاظ نہیں لاتا تھا اور جس کا کلام حقیقت اور سچائی پر مبنی ہوتا تھا۔

ابن عباس ﷜ پھر نہ سمجھے تو پوچھا، یہ کس کا شعر ہے؟

لو ان حمدا اخلد الناس اخلدوا
ولکن حمد الناس لیس بمخلد [۳۳]

تب ابن عباس کہنے لگے، یہ تو زہیر بن ابی سلمی کا قول ہے۔ فرمایا، یہی تو شاعر الشعراء ہے۔ محمد بن سلام، عبدالقاہر جرجانی، ابوالفرج اصفہانی اور ابن رشیق القیروانی نے شعر و ادب کے بارے میں عمر بن خطاب ﷜ کے جو اقوال دیے ہیں، وہ عربی تنقید کے ضمن میں آج بھی بہت قیمتی آراء تصور کی جاتی ہیں۔[۳۴]

اوّلیات

حضرت سیدنا عمرؓ تاریخ انسانی میں بعض باتوں میں انفرادیت اوراوّلیت کے مالک ہیں۔ تاریخ انسانی میں وہ سب سے پہلے حکمران ہیں جن کی حکومت تو دو براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی مگر وہ سادگی اور تواضع کے ساتھ ایک عام انسان کی طرح زندگی گزار رہے تھے، نہ ان کے وزراء اور درباری تھے اور نہ ہی کوئی دربان ومحافظ، مگر ہیبت کا یہ عالم تھا کہ دور دراز کے گورنر اور وقت کے جابر حاکم بھی ان کا نام سن کر لرز جاتے تھے۔ مساوات اگر کوئی لفظ ہے تو اس کی معنوی تفسیر اور عملی نمونہ صرف محمد عربی ﷺ اور ان کے جانشین عمر بن الخطابؓ کے ہاں ہی مل سکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف رعایا کے افراد میں مساوات برتی بلکہ اپنی ذات اور رعایا کے افراد کے درمیان بھی ہر قسم کے امتیاز اور تفریق کو عملی طور پر حرام قرار دیا۔ حقوق میں ایک عام آدمی ان کے برابر تھا، بلکہ حقوق میں امتیاز کی صورت میں ایک عام آدمی بھی برسرِ منبر ٹوک سکتا تھا۔ عام آدمی اور امیر یا گورنر کے درمیان بھی انہوں نے عملی مساوات قائم کی، یہی حال عدل وانصاف اور قانون کی عمل داری کا ہے، قانون کی نظر میں اگر سب انسان برابر ہیں اور عدل وانصاف ہر فرد کا حق ہے تو یہ حق پورے طور پر سیدنا فاروق اعظمؓ کے ہاں ہی میسر آئے گا۔

جہاں تک ان کی اوّلیت کا تعلق ہے تو بہت سی باتیں تاریخ میں انہیں سب سے پہلے انجام دینے کا شرف حاصل ہوا، خلیفۂ وقت اور نائب رسول ﷺ کے لیے امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے انہوں نے ہی اختیار کیا، وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے راتوں کو بھیس بدل کر رعایا کی خبر گیری اور حفاظت کی اوّلیت کا شرف حاصل کیا۔ پولیس، ڈاک، قافلوں کے لیے سرائیں اور سہولیات، افرادِ امت کے عملی کارناموں کی بنیاد پر ان کی درجہ بندی، وظائف کا تعین اور باقاعدہ فوج کی رجسٹریشن اور تربیت کا سلسلہ، سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کیا۔ مسلمان بچوں کے لیے تعلیم وتربیت کا عملی نصاب بھی سب سے پہلے انہوں نے تیار کرنے کا حکم دیا۔ اسلام کی تاریخ میں وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے حاکم وقت ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح سپہ سالار کی حیثیت سے بھی کام کیا، وسیع سلطنت کے گوشے گوشے تک پہنچے اور سرکاری دورے کر کے رعایا کی خبر گیری کا پروگرام بھی سب سے پہلے انہوں نے بنایا۔ اسلام کی تاریخ میں جام شہادت نوش کرنے والے سب سے پہلے حکمران بھی وہی ہیں، ہاتھ میں درّہ رکھنے والے سب سے پہلے حکمران بھی آپ ہیں۔ ماہ صیام کو نماز تراویح سے رونق بخشنے والے بھی آپ ہیں، تقویم ہجری کو سب سے پہلے آپ ہی نے رواج دیا تھا۔

وفات

حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صبح کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ نماز پڑھنے سے پہلے صفیں درست کراتے تھے، جس دن آپ شہید ہوئے اس دن بھی حسب معمول صفیں درست کراتے ہوئے تکبیر تحریمہ پڑھی، پھر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل پڑھی تا کہ لوگوں کو نماز میں شمولیت کا موقع مل جائے، پھر جیسے ہی انہوں نے اللہ اکبر کہا تو ساتھ ہی آواز آئی:

قتلنی الکلب یا اکلنی الکلب---

''مجھے کتے نے مار ڈالا یا مجھے کتے نے کھا لیا''---

قاتل دو دھاری خنجر سے وار کرنے کے بعد دائیں بائیں جس آدمی کے پاس سے گزرتا تھا، اس پر وار کرتا جاتا تھا، تیرہ آدمیوں کو اس نے خنجر مارا، جن میں سے سات نے شہادت پائی، آخر ایک صحابی نے اس پر جبہ پھینک دیا، قاتل کو جب یہ یقین ہو گیا کہ اب وہ نرغے میں آ گیا ہے تو خود کشی کر لی۔ باقی نماز حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:

''دیکھو! مجھے قتل کرنے والا کون ہے؟''---

جب پتہ چلا کہ قاتل مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤ فیروز ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

''خدا اسے غارت کرے، میں نے تو اس کے لیے بہتری کے احکام جاری کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں آئی، جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے''---

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی کہ انہیں بھی وہ اپنے حجرے میں دفن ہونے کی اجازت دیں تا کہ وہ بھی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہو چکی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مہر کا نقش تھا:

کفیٰ بالموت واعظاً یا عمر---

''اے عمر! واعظ تو صرف موت ہی کافی ہے''---[۳۵]

اولاد

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تیرہ بیٹے، بیٹیاں تھے، آپ نے نو شادیاں کیں، عبد اللہ، عبد الرحمٰن

اورام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ زید، اکبر اور رقیہ، ام کلثوم بنت علی کے بطن سے تھے۔ زید، اصغر اور عبیداللہ کی ماں ام کلثوم بنت جرول تھیں۔ عاصم کی والدہ کا نام جمیلہ تھا۔ عبدالرحمٰن اوسط کی والدہ ام ولد تھیں، جن کا نام لُھیہ تھا۔ عبدالرحمٰن اصغر بھی ام ولد کی اولاد تھے۔ فاطمہ کی ماں کا نام ام حکیم بنت حارث تھا۔ عاتقہ بنت زید کے بطن سے عیاض پیدا ہوئے۔ زینب کی ماں بھی ام ولد تھیں، جن کا نام فُکَیْھَہ تھا۔

حرف آخر

تدبیر حکومت، مردم شناسی، جوہر قابل کی قدر دانی اور افرادِ رعیت کے علاوہ صوبائی عمّال کے معاملے میں کسی کے ساتھ نرمی اور رعایت نہ برتتے، مظلوم اور بے سہارا کو احساس تحفظ دلانے اور معاشرے کی ضروریات کے علاوہ ان کی عملی زندگی کو قانون اور شریعت کے مطابق ڈھالنے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اوّلیت کے ساتھ ساتھ فوقیت کا شرف بھی رکھتے ہیں۔ کتاب اللہ کی حفاظت کے سلسلے میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں، مسلمانوں کو تقویم ہجری عطا کرنے، مالیات کو منصفانہ خطوط پر منظم کرنے، زمینوں کی ملکیت کے بارے میں منصفانہ اور شان دار مؤقف اختیار کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ مستقبل پر دور رس نگاہ رکھنے، امور سلطنت میں فوری قوت فیصلہ بلکہ فیصلہ کن مؤقف اختیار کرنے اور نازک سے نازک اور خطرناک سے خطرناک حالات میں حوصلہ نہ ہارنے میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مثال ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اپنے قاتل کے ہاتھوں کاری ضرب کھانے کے بعد اپنی آخرت کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے دنیاوی معاملات پر پورے حوصلے، فیصلہ کن انداز اور مدبرانہ طریقے پر فیصلے کرنے میں جو باتیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں، ان سے وہ تاریخ انسانی کے عظیم ترین انسانوں میں سے ایک ممتاز ہستی قرار پاتے ہیں، جنہوں نے مسکراتے ہوئے موت کو لبیک کہا۔ یہی علامت ہے مردِ مومن کی۔ بقول اقبال:

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست [۳۶]

حواشی

ا......حلیۃ الاولیاء، جلد ا، صفحہ ۳۸ تا ۵۵

۲......الاستیعاب، صفحہ ۱۱۴۴ تا ۱۱۵۹

۳......سورۃ الحاقہ: ۴۰، ۴۱

۴......سورۃ الحاقہ: ۴۲

۵......سورۃ الحاقہ: ۴۳، ۴۴، ۴۵

۶......سورہ طٰہٰ: ۱۴

۷......طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۲۶۵ تا ۳۷۶/الاستیعاب، صفحہ ۱۱۴۴ تا ۱۱۵۹/صفۃ الصفوۃ، جلد ۱، ۲۶۸ تا ۲۹۳

۸......ایضاً

۹......ایضاً

۱۰......ایضاً

۱۱......ایضاً

۱۲......ایضاً

۱۳......اے لٹریری ہسٹری آف دی عرب

۱۴......الفاروق

۱۵......الفاروق عمر

۱۶......سورۃ الانبیاء: ۶۷

۱۷......سورۃ ابراہیم: ۳۶

۱۸......سورۃ المائدہ: ۱۱۸

۱۹......سورہ نوح: ۲۶

۲۰......سورہ یونس: ۸۸

۲۱......محاضرات تاریخ الامم الاسلامیۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۱ تا ۱۲

۲۲......الاستیعاب، صفحہ ۱۱۴۴ تا ۱۱۵۹/طبقات ابن سعد، جلد ۲، صفحہ ۲۶۵/صفۃ الصفوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸ تا ۲۹۳/حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، صفحہ ۳۸ تا ۵۵

۲۳......ایضاً

۲۴......ایضاً

۲۵......ایضاً

۲۶......ایضاً

۲۷......ایضاً

۲۸......ایضاً

۲۹......کلیات اقبال (اردو)

۳۰......کلیات اقبال (اردو)، صفحہ ۲۷۳

۳۱......الاستیعاب، صفحہ ۱۱۴۴ تا ۱۱۵۹/صفۃ الصفوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸ تا ۲۹۳

۳۲......ایضاً

۳۳......تاریخ القصۃ و النقد، صفحہ ۸۴

۳۴......ایضاً

۳۵......طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۲۶۵ تا ۲۷۶

۳۶......کلیات اقبال (فارسی)، صفحہ ۹۹۸



سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

پروفیسر خلیل احمد نوری

کفار کے ظلم و ستم سہتے سہتے اب مسلمانوں کو چھٹا سال آ لگا تھا، مخالفتوں کے طوفان تھمنے کے بجائے روز بروز شدت اختیار کرتے جا رہے تھے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ پھیلا دیے:

اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ---[ا]

"اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کی بدولت غلبہ عطا فرما"---

دوسری روایت میں ہے کہ عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ! اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ بِاَبِیْ جَھْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ---[۲]

"اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب، دونوں میں سے جو تجھے پسند ہو، اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما"---

تاج دارِ ہر عالم ﷺ کی تو کوئی دعا مجیب الدعوات جل جلالہ کے حضور سے رد نہیں کی جاتی، جب کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا تو دین کے غلبے اور نصرت کے لیے تھا۔ چناں چہ

تاریخِ انسانیت کے سینے میں ایک انوکھے باب نے جنم لیا اور جو شخص رسولِ آخر الزمان ﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا، بہن اور بہنوئی کی استقامت اور سورۂ طٰہٰ کی اثر آفرینی سے نبوت کی آغوش میں پناہ کا طلب گار بن کر دارِ ارقم پر دستک دے رہا تھا اور پھر فیضانِ نبوت کی کرشمہ سازیوں نے کفر و شرک کی آلائشوں کو اس طرح کھرچ ڈالا کہ عمر رضی اللہ عنہ حق و باطل کے درمیان سب سے بڑی حدِ فاصل قرار پائے۔ آپ کے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں نے کھلم کھلا صحنِ کعبہ میں نماز ادا کی، شیطانی طاقتیں سر پیٹ کر رہ گئیں، مشرکین نے کہا:

"مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا ہے"---

فرشتوں نے صدائے تحسین بلند کی، سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا:

یَا مُحَمَّدُ! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ---[۳]

"یارسول اللہ! فلک نشینوں نے عمر کے اسلام لانے پر جشن منایا ہے"---

عالم الغیب والشہادۃ جل جلالہ نے قرآن نازل فرما کر اشارۃً یوں تائید فرمائی:

﴿یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۝﴾---[۴]

"اے نبی! (ﷺ) آپ کو پروردگار اور آپ کے متبعین ہی کافی ہیں"---[۵]

اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے آپ کو "فاروق" کا لقب عطا ہوا[٦]، ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِہٖ وَ ھُوَ الْفَارُوْقُ، فَرَّقَ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ---[۷]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل پر حق کو ثبت فرما دیا ہے اور وہ "فاروق" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے"---

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ہم مسلمان برابر کفار پر غالب آتے رہے"---[۸]

یوں آپ نے عمر بن الخطاب سے "فاروقِ اعظم" کا فاصلہ ایک ہی جست میں طے کر لیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، قرآن کریم کی روشنی میں

حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کے مطابق بیس قرآنی آیات

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئیں۔[۹]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

''لوگوں کو جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو لوگوں کی ایک رائے ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی ایک رائے ہوتی، مگر اس معاملے میں قرآن کریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوتا''---[۱۰]

تین نمائندہ آیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

1 ایک یہودی نے حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جبریل (علیہ السلام) ہمارا دشمن ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

﴿مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَo﴾---

''جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبریل اور میکائل کا دشمن ہو تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے''---

چناں چہ سورۂ بقرہ:۹۸ میں یہی الفاظ بطورِ وحی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کردی گئی۔[۱۱]

2 جب یہودی اور منافق کے درمیان پانی کا تنازعہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فریقین پہنچے، تاکہ آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے تلوار سے گردن اڑادی:

ھٰکَذَا قُضِیَ لِمَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ---[۱۲]

''جو اللہ اور اس کے رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتا، میں اس کا فیصلہ اس طرح کیا کرتا ہوں''---

تو آپ کے اس قول و فعل کی تائید میں قرآن نے شہادت دی اور یہ آیات نازل ہوئیں:

''اگر کسی معاملے میں تمھارے درمیان جھگڑا ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کے حضور میں پیش کرو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہو......''---[۱۳]

''کیا تم نے انھیں نہ دیکھا، جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمھاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں، اور ان کو تو حکم یہ

تھا کہ اسے اصلاًنہ بنائیں، اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے"---[۱۴]

"آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو منصف نہیں بنا لیتے......"---[۱۵] [۱۶]

3 حضرت حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

لَوِ اتَّخَذْتُ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلّٰی---

"کاش! میں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالوں"---

اس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلّٰی﴾---[۱۷]

"اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ"---[۱۸]

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہشات اور آراء کی موافقت میں قرآنی آیات کا نزول اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ واقعات وحقائق کو جانچنے اور وحی کے مطابق نتائج اخذ کرنے کے لیے آپ کی سرشت بڑی موزوں تھی، آپ کا خمیر ہی حق کی موافقت میں اٹھا تھا اور آپ کی مومنانہ فراست مشیتِ ایزدی کا ٹھیک ٹھیک ادراک کر لیتی تھی۔

سیدنا فارق اعظم رضی اللہ عنہ، احادیث کی روشنی میں

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ---[۱۹]

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو عمر بن خطاب ہوتا"---

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اوصافِ نبوت کے حامل تھے، ہاں! رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین تھے۔ اور نبوت کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

سرکارِ مدینہ ﷺ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

یَا عُمَرُ! وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا لَقِیَکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ---[۲۰]

"اے عمر! اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا، جس پر تم چل رہے ہو (بلکہ دوسرا راستہ اختیار کرلے گا)"---

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث پاک میں ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ!---[۲۱]

''اے عمر! بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے''---

ایک اور روایت میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا عَنْ عُمَرَ---[۲۲]

''بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان، عمر سے ڈر کر بھاگ رہے ہیں''---

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، اب اگر میری امت میں کوئی محدث ہے، تو وہ عمر بن خطاب ہے''---[۲۳]

ائمہ و محدثین کی صراحت کے مطابق محدث وہ ہے جس کی دل پر الہام ہو اور اس کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عشقِ رسالت مآب ﷺ کے آئینے میں

عقل اور عشق کی معرکہ آرائی اگر صرف شاعری کا موضوع نہیں اور کائنات کی ہر حقیقت میں ان دونوں کی جنگ دکھائی دیتی ہے تو ہمیں حیرت ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں یہ دونوں متضاد قوتیں باہم صلح و آشتی سے کس طرح جلوہ گر ہوئیں؟ حکمتِ دین کی فہم، امورِ سیاست پر کامل عبور، افواج پر کنٹرول، امورِ سلطنت کے اعلیٰ انتظام اور اجتہادی بصیرت کے پیمانے میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو ناپا جائے تو آپ عقل و دانش اور بصیرت و فراست کے کوہِ گراں دکھائی دیتے ہیں اور جب آپ کی ذات میں عشقِ رسالت مآب ﷺ کی فروانی اور والہانہ لگاؤ کی ہماہمی پر نظر پڑتی ہے تو آپ کی ذات عشقِ مصطفوی ﷺ کا پیکرِ محض دکھائی دیتی ہے۔

سورۂ عبس کی ابتدائی آیت سے بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے حبیب ﷺ سے شاید ذرا جلالت آمیز لب و لہجہ میں خطاب کیا ہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ ایک مسجد کا امام ہمیشہ نماز میں اسی سورت کی قراءت کرتا ہے، آپ کی غیرتِ عشق نے یہ گوارا نہ کیا کہ محبوبِ کبریا ﷺ کی عظمت کو گھٹا کر پیش کیا جائے، خواہ ایسی کوشش تلاوتِ قرآن کی آڑ میں ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے ایک آدمی بھیج کر اس امام مسجد کو قتل کروادیا۔

اپنے عہد خلافت میں جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر کیے تو اس بات کا شعوری اہتمام کیا کہ جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں، ان کے وظائف زیادہ مقرر کیے جائیں۔ چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تنخواہ اپنے بیٹے (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ سے زائد مقرر کی۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز اور محبوب رکھتے تھے"---

فتح مکہ کے موقع پر جب اسلامی لشکر مکہ کے قریب مرالظہران خیمہ زن ہوا، تو رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر نکلے۔ ذرا دور سردارانِ قریش ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انھیں بتایا کہ اسلامی لشکر تمہارے سر پر آ پہنچا ہے اور تمہاری خیر اسی میں ہے کہ میرے ساتھ چلو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل کر امان کے طلب گار بن جاؤ۔ چناں چہ آپ ابوسفیان کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں چل پڑے۔ آپ جہاں سے گزرتے پہرہ دار، مجاہد اور لشکر اسلام کے خیمہ زن سپاہی پوچھتے: "کون؟"---

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو پہچان کر بیٹھ جاتے۔ جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ آگے بڑھے اور یہ دیکھ کر کہ آپ کے ہمراہ ابوسفیان ہے، بولے:

"یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے"---

پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"الحمدللہ! کہ تجھ پر کسی شرط اور عہد کے بغیر قابو پانے کا موقع مل گیا"---

پھر تیزی سے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہوئے، تا کہ ابوسفیان کے قتل کی اجازت لے لیں۔ دریں اثنا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ خچر دوڑا کر پہلے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ گئے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر قتلِ ابوسفیان کی اجازت مانگی، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یارسول اللہ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے"---

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مزید کچھ کہنا چاہا، تو حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بولے:

"عمر! اگر یہ بنی عدی بن کعب (حضرت عمر کا قبیلہ) میں سے ہوتا تو تم یہ نہ کہتے"---

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''عباس! آپ نے یہ کیا کہا؟ قسم بخدا! آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک اپنے باپ خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے، اس لیے مجھے آپ کا دوزخ کی آگ سے بچنا، اپنے باپ کے دوزخ سے رہائی پانے سے زیادہ اچھا لگا ہے''---

فتوحاتِ فاروقی

بقول شبلی نعمانی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دس برس کی مدت میں 2251030 مربع میل رقبے پر فتحِ اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ فتوحات کی یہ وسعت بجا طور پر آپ کے حسنِ تدبر، معاملہ فہمی، جرأت مندانہ اور حقیقت پر مبنی فیصلوں، شان دار انتظام اور اصولِ جنگ سے آشنائی کی غماض ہے۔ آلاتِ حرب اور افرادی قوت کی قلت کے باوجود دور دراز مقامات پر بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں بند اپنے سے کئی گنا اسلحہ سے لیس افواج کو پچھاڑتے چلے جانا، صرف حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فراست کا نتیجہ تھا۔ روم اور ایران کی مضبوط و توانا قوتوں کے پرخچے اڑائے جانے کا تصور ذہن میں ہو اور ادھر اسلامی لشکر کی بے بضاعتی اور تعدادی قلت پر نظر ڈالی جائے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔ بلاشبہ بعد کی تمام فتوحات آپ کی مساعی جمیلہ کے تسلسل کا نام ہے۔

محسنِ عالم -- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

عصر حاضر میں حکومتوں کے نظام وضع کرنے پر ماہرین اور اربابِ اقتدار کو ہزاروں وسائل اور لاتعداد مواقع میسر ہیں۔ کانفرنسیں، سیمینارز اور عالمی حالات کی رپورٹیں مسائل کو سمجھنے میں مدد دے رہی ہیں۔ چودہ سو سال قبل حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان وسائل سے تہی دامن ہونے کے باوجود اہلِ عالم کو ایسا نظامِ سلطنت دیا، جس میں امن و آشتی اور خوش حالی اپنے جوبن پر تھی۔ بعد میں جتنے بھی نظام ہائے حکوت رائج ہوئے اور سلاطینِ عالم نے جن اصولوں کی روشنی میں ترقی کی منازل طے کیں، وہ سب اصول جہاں بانی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وضع کردہ قوانین سے مستفاد تھے۔ جمہوریت، شورائی نظام، صوبوں کی تقسیم، تقسیم اختیارات، علاقائی خود مختاری، بے قاعدہ اور باقاعدہ افواج کی اصطلاح و تنظیم، محکمۂ پولیس، عدلیہ کی آزادی، بیت المال کا قیام اور ذرائع آمدن کی گونا گونی، تعمیر عامہ، زمینوں کی تقسیم، آب پاشی، شعبۂ خبر رسانی، تعلیم و تدریس اور تنخواہوں کا اجراء، غرض کہ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہ ہوگا، جس میں آپ کی اصلاحات نے بہتر نتائج نہ پیدا کیے ہوں اور

جس کے متعلق آپ کی ہدایات نہ موجود ہوں۔ اس لیے عالم اسلام کیا، عالم کفر کے تمام نظام بھی کسی نہ کسی طرح حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مرہونِ منت سمجھے جائیں گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدل گستری اور مساوات

جن خصوصیات میں حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نظامِ سلطنت کی استواری کا راز مخفی تھا، ان میں سرِ فہرست آپ کا عدل ہے۔ عدلِ نوشیرواں کی طرح عدلِ فاروقی بھی ایک عالمی حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے، جو بادشاہ و فقیر کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں کرتا۔

ایک نو مسلم شہزادہ کعبے کے طواف میں مشغول تھا کہ قیمتی عبا کے کنارے پر کسی غریب مسلمان کا پاؤں پڑ گیا۔ فخر و غرور کے مارے شہزادے نے غصے سے ایک تھپڑ مار دیا۔ مسلمان نے بھی ایسا ہی جواب دیا، تو اس نے دربارِ فاروقی میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپ نے شکایت کے ازالے سے معذوری ظاہر کی اور فرمایا:

"اسلام میں امیر اور غریب کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے"---

چناں چہ وہ شہزادہ راتوں رات مرتد ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا، لیکن آپ نے عدل و مساوات کے دامن کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔

ایک دفعہ سردارانِ قریش نے ملاقات کرنا چاہی، معاشرتی اعتبار سے معمولی درجے کے آزاد کردہ غلام صہیب، بلال اور عمار وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی وہیں موجود تھے، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں غلاموں کو ملاقات کے لیے پہلے بلایا۔ قریشی سرداروں کو یہ بات سخت ناگوار گزری، خصوصاً ابو سفیان (رضی اللہ عنہ)، جو زمانۂ جاہلیت میں تمام قریش کے سردار تھے، سخت پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولے:

"خدا کی قدرت دیکھو، غلاموں کو دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے اور ہمیں انتظار کی مشقت میں مبتلا کیا جاتا ہے"---

آپ کی عدل اور مساوات پسندی کے واقعات کے لیے ایک دفتر درکار ہے اور دنیا کا کوئی بادشاہ اس سلسلے میں آپ کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

زہد و تقویٰ

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خوبی بھی بہت نمایاں تھی کہ آپ زہد و تقویٰ کے بلند درجہ پر فائز تھے، دنیا اور اس کی لذتوں سے دل چسپی نہ تھی، بیت المال میں کثرت سے مال آتا مگر اپنی ذات پر خرچ کرنا پسند نہ تھا، سادہ اور معمولی زندگی بسر کرتے۔ حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''عمر بن خطاب نہ تو ہم سے پہلے اسلام لائے، نہ ہجرت کرنے میں ہم سے پہل کی مگر دنیوی لذات ترک کرنے اور آخرت میں رغبت کے اعتبار سے ہم سے کہیں بڑھ کر تھے''---[۲۴]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی کے مطابق ہے، فرمایا:

''اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ قدیم الہجرت نہ تھے، ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہم سے کس بنیاد پر فضیلت رکھتے تھے، وہ ترکِ دنیا میں ہم سے آگے تھے''---[۲۵]

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے تھے''---[۲۶]

ابو عثمان سے روایت ہے:

''میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب کہ وہ منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مار رہے تھے، ان پر پیوند لگا لباس تھا، جس میں چمڑے کے پیوند بھی تھے''---[۲۷]

خوفِ خدا

جہاں آپ اصول اور دھن کے پکے تھے، وہاں رعایا کے معاملات میں ڈرتے رہنا اور محشر میں احساسِ جواب دہی کے تصور سے لرزتے رہنا بھی آپ کی طبیعت کا خاصا تھا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات گلیوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سنی۔ معلوم ہوا کہ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں، جب کہ ان کی ماں نے بہلانے کے لیے پانی سے بھری ہوئی ہانڈی چولہے پر چڑھا رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے کے قریب ہوئے اور فرمایا:

''بچے کیوں روتے ہیں؟''---

عرض کیا: ''بھوک کے باعث''---

فرمایا: ''یہ ہانڈی آگ پر کس لیے رکھی ہے؟''---

بولی: ''میں نے اس میں پانی ڈال رکھا ہے، تاکہ بچے یہ سمجھیں کہ کھانا پک رہا ہے اور بہل کر سو جائیں''---

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر بیت المال میں آئے اور بوری لے کر اس میں آٹا، گھی،

کھجوریں، چربی، کپڑے اور درہم ڈال کر بھر دی اور غلام سے فرمایا:

''اے اسلم! یہ بوری مجھ پر لاد دو''---

غلام نے عرض کیا: ''امیر المومنین! یہ بوری میں اٹھا لیتا ہوں''---

فرمایا: ''رہنے دو، آخرت میں مجھ سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی''---

چناں چہ آپ اسے گردن پر اٹھا کر عورت کے گھر آئے اور ہانڈی میں آٹا، گھی اور کھجوریں ڈالیں اور اپنے ہاتھوں سے اس میں چمچ ہلاتے اور اس کے نیچے آگ پھونکتے رہے۔ راوی حضرت اسلم کا بیان ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی، میں نے دیکھا کہ دھواں آپ کی داڑھی سے نکل رہا تھا، حتیٰ کہ کھانا پک گیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے کھانا نکال کر بچوں کو کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔

آپ اسی طرح مشغول رہے حتیٰ کہ بچے کھیلنے اور ہنسنے لگے۔ آپ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ مجھ سے فرمایا:

''اے اسلم! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے یہ کس لیے کیا؟''---

عرض کیا: ''نہیں''---

فرمایا:

''میں نے بچوں کو روتے ہوئے دیکھا تھا، لہٰذا مجھے برا لگا کہ میں ویسے ہی چلا جاؤں، جب تک کہ انھیں ہنستا ہوا نہ دیکھ لوں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا دل خوش ہو گیا''---[۲۸]

شام کے ایک سفر سے جب واپسی ہوئی تو ایک بڑھیا کی کٹیا دیکھ کر اس سے حال دریافت فرمایا۔

بڑھیا نے دنیا کی نامساعدی اور غربت و افلاس کی شکایت کی اور کہا:

''جب سے عمر خلیفہ ہوئے ہیں، کوئی درہم و دینار عطیہ نہیں ملا''---

آپ نے فرمایا:

''عمر کو اس قدر دور افتادہ مقام پر تیری کیسے خبر ہو سکتی ہے؟''---

وہ بولی:

''واہ، سبحان اللہ! جب عمر اپنی رعایا کی خبر گیری نہیں کر سکتا، تو پھر اسے خلیفہ بننے کا کیا حق پہنچتا ہے؟''---

حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا:

''ہائے عمر! کل قیامت کے دن تیرے اوپر کتنے دعوے دار ہوں گے''---

پھر اس سے اس کا حقِ مظلومیت پچیس دینار کے عوض خرید لیا اور وعدہ لیا کہ تو روزِ حشر عمر پر دعویٰ دائر نہیں کرے گی۔ اتنے میں حضرت سیدنا علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تشریف لائے اور آپ کو ''امیر المؤمنین'' کہہ کر پکارا۔ بڑھیا نادم ہوئی اور ڈرنے لگی، آپ نے اسے تسلی دی اور ایک کپڑے پر لکھوایا کہ عمر نے اس بڑھیا سے پچیس دینار کے عوض حقِ مظلومیت خریدا ہے۔ حضرت سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے گواہی لکھوائی اور دستاویز حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے کی کہ اگر میں آپ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔

غرض کہ حضرت عمر فاروق ﷛ اپنی ذات میں ایک مکمل جہان تھے۔ وہ سب اوصاف وخصائل، جو انفرادی طور پر کئی شخصیات میں بکھرے پڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ذاتِ عمر ﷛ میں جمع کر دیے تھے۔ آپ کی شخصیت کا مطالعہ کریں تو بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے:

لَیْسَ مِنَ اللّٰهِ بِمُسْتَنْکَرٍ
اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

''اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ تمام جہان کو فردِ واحد میں جمع کر دے''۔۔۔

حوالہ جات و حواشی

۱......مشکوٰۃ، باب مناقب عمر، الفصل الثالث

۲......ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابو حفص عمر ابن الخطاب

۳......اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۱۴۰-۱۴۲　　۴......الأنفال: ۶۴

۵......لباب النقول فی اسباب النزول، صفحہ ۱۱۳/ اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۱۳۹

۶......روح المعانی، جلد ۵، صفحہ ۶۷　　۷......اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۱۴۳

۸......صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب

۹......تاریخ الخلفاء　　۱۰......اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۱۵۱

۱۱......لباب النقول فی اسباب النزول، صفحہ ۲۳/ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۲۴

۱۲......روح المعانی، جلد ۵، صفحہ ۶۷-۷۲

۱۳......النساء: ۵۹　　۱۴......النساء: ۶۰　　۱۵......النساء: ۶۵

۱۶......روح المعانی،جلد۵،صفحہ۶۷،۲۶۷/لباب النقول فی اسباب النزول،صفحہ۷۳

۱۷......البقرہ:۱۲۵

۱۸......مشکوٰۃ،باب مناقب عمر،الفصل الاوّل/اسباب النقول،صفحہ۲۸

۱۹......مشکوٰۃ،باب مناقب عمر،الفصل الثانی،حدیث۵۵۸

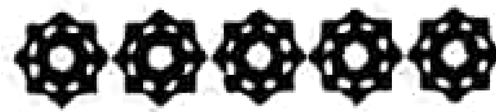
۲۰......ایضاً،الفصل الاوّل

۲۱......ترمذی،مناقب ابوحفص عمر بن الخطاب،باب ان الشیطان......

۲۲......ایضاً ۲۳......ایضاً،باب قد کان فی الامم......

۲۴......اسد الغابہ،جلد۴،صفحہ۱۴۷ ۲۵......ایضاً

۲۶......ایضاً،صفحہ۱۴۹ ۲۷......ایضاً ۲۸......اسد الغابہ،جلد۴،صفحہ۱۵۵



وفیات

گزشتہ دنوں:

مولانا قاری محمد امین نوری،ونانوالا (حال قصور) کی دادی صاحبہ---

ماسٹر فضل حسین نوری،میاں چنوں کی اہلیہ محترمہ---

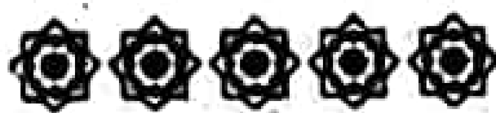
محترم الحاج محمد ثناء اللہ صاحب،نیشنل پائپ ملز لاہور کے والد الحاج محمد سلیمان صاحب---اور

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی،کراچی کی ہمشیر صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



ابدی حقائق

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چند فرمودات

- اللہ تعالیٰ نے کائنات تمہارے لیے پیدا کی ہے اور تمہیں اپنے لیے---
- اللہ تعالیٰ قوموں کے عروج وزوال کے فیصلے قرآن مجید کے مطابق کرتا ہے---
- جب حاکم بگڑ جاتا ہے تو رعایا بھی بگڑ جاتی ہے، سب سے بدبخت حاکم وہ ہے جس کے سبب رعایا بگڑ جائے---
- خلافت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حساب دیتے وقت بتایا جاسکے کہ کہاں سے لیا تھا اور کسے دیا تھا، اگر یہ جواب اطمینان بخش ہے تو وہ خلافت ہے ورنہ ملوکیت---
- کسی کے ثقہ اور قابل اعتماد ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ باہمی معاملات میں کھرا ثابت ہو، نہ کہ وہ جو نمازیں بہت پڑھتا ہو---
- لوگوں کو ان کی مائیں آزاد جنتی (پیدا کرتی) ہیں، انہیں غلام بنانے کا کسی کو حق نہیں---
- حکومت کے منصب کے لیے ایسا شخص سب سے زیادہ موزوں ہے کہ جب وہ اس منصب پر فائز نہ ہو تو قوم کا سردار نظر آئے اور جب اس پر فائز ہو جائے تو انہی میں سے ایک فرد معلوم ہو---
- جو شخص خود کسی منصب کا خواہش مند ہو اسے اس پر تعینات نہیں کرنا چاہیے---
- رعایا اس وقت تک اپنے حاکم کی اطاعت کرتی ہے جب تک وہ قوانین الٰہی کی اطاعت کرتا رہتا ہے، جب وہ فسق وفجور میں پڑ جاتا ہے تو رعایا اس سے بھی زیادہ فاجر وفاسق ہو جاتی ہے---
- وہی حکومت درست رہ سکتی ہے جس میں نرمی ہو لیکن کمزوری کی وجہ سے نہیں اور سختی ہو لیکن استبداد کی بنا پر نہیں---
- جو شر پیدا کر کے غالب آیا وہ غالب نہیں مغلوب ہے، جو ناجائز طریقے سے کامیاب ہوا

وہ کامیاب نہیں ناکام ہے---

- اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے---
- مرد کا حسب، اس کا دین، نسب، اس کی عقل اور مردانگی اس کا حسن خلق ہے، نکاح کے رشتوں کے لیے یہ خوبیاں تلاش کرو---
- دنیا کی سب سے بڑی مصیبت کم مال اور کثرت عیال ہے---
- کسی شخص کے اخلاق پر بھروسا نہ کرو، جب تک اسے غصے کی حالت میں نہ آزمالو---



وفیات

گزشتہ دنوں وابستگان دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے:

حضرت حافظ عبد الکریم علیہ الرحمہ کی صاحبزادی اور قاری نور احمد کریمی، اٹاری شریف کی والدہ محترمہ---

مولانا حافظ محمد شریف، پاک پتن شریف---

مولانا امام دین نوری، عارف والا---

مولانا محمد اجمل، لاہور کا نوجوان بیٹا---

پیر خلیل الرحمٰن، چک 62/5.L دھلیاں، ساہیوال کے والد گرامی---

مولانا ڈاکٹر محمد نواز نوری، ساہیوال کی ہمشیرہ صاحبہ اور نومولود پوتا---

مولانا الحاج نذیر احمد نوری، عارف والا کا پوتا---

قاری محمد علی نوری، راجووال کے چچا جان---

حافظ محمد افضل نوری، منڈی مرید کے، کا قریبی عزیز---

چودھری محمد عاشق نوری، 15/S.P پاکپتن شریف کے بھائی---

چودھری عبد المجید نوری، چک نمبر 38/S.P پاک پتن شریف کے والد محترم---

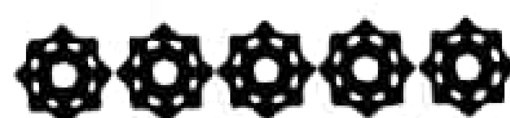
حافظ عبد الرشید نوری، بصیر پور کے قریبی عزیز---اور

نذیر احمد نوری، شبیر احمد بھٹی بصیر پور کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں---

انا للّٰہ و انا الیہ رٰجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



حکمتِ فاروقی کے جواہر پارے

سید محمد فاروق القادری

دنیا میں کسی انسان کی عظمت کو دیکھنے کے عام طور پر دو ہی بڑے پیمانے ہیں--- پہلا تو یہ کہ اس کی فکر اور دعوت کیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کی اپنی زندگی کہاں تک اس فکر کی عکاسی کرتی ہے---

حقیقت یہ ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اگر کسی کا فکر عالم گیر، اس کی دعوت نجات دہندۂ خلق، اس کا پیام فلاح وصلاحِ عالم کا ضامن اور اس کی زندگی ان اصولوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے، تو وہ مقتدائے انسانیت سید الاولین والآخرین ﷺ کی ذات گرامی ہے یا پھر وہ مبارک لوگ ہیں جنہوں نے انسانیت کے اس محسن اعظم ﷺ سے محبت وشفقت اور جہاں بانی کے سبق سیکھے---

اسی درس گاہ کے نام ور متعلم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے کون واقف نہیں؟--- آپ کی جامع اور متنوع زندگی کے ایک ایک پہلو پر مبسوط مضامین لکھے جا سکتے ہیں--- اسلامی تاریخ کے اس سب سے بڑے ہیبت اور دبدبے والے درویش، متواضع اور منکسر المزاج خلیفہ کی زندگی کا ہر پہلو عظیم ہے--- ذیل میں ہم آپ کے بعض حکیمانہ مقولے پیش کرتے ہیں جو آپ کی جامع اور کامیاب زندگی کا راز اور لب لباب ہیں--- بظاہر یہ معمولی باتیں ہیں، لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دراصل یہی وہ زندگی کے پاکیزہ اصول ہیں، جنہیں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے درس گاہ نبوی سے سیکھ کر امیر المؤمنین فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کا رتبہ حاصل کیا--- آپ نے فرمایا:

○...... جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے، وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے---

○...... جس سے تم کو نفرت ہو، اس سے ڈرتے رہو---

○......جو شخص برائی سے واقف نہیں، وہ اس میں مبتلا ہوگا---

○......تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں:

[۱]......سلام کرنا---

[۲]......دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا---

[۳]......مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا---

○......آدمی کے نماز روزہ کو نہیں بلکہ اس کی دانائی اور راست بازی کو دیکھنا چاہیے---

○......خدا اس شخص کا بھلا کرے، جو مجھے میرے عیوب سے مطلع کرتا ہے---

○......دنیاوی حرص کو کم کرو، آزادانہ زندگی بسر کر سکو گے---

○......اگر غیب دانی کے دعویٰ کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ پانچ شخص بہشتی ہیں:

[۱]......وہ محتاج جو عیال دار ہو مگر صابر ہو---

[۲]......وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو---

[۳]......وہ عورت جس نے اپنا حق مہر شوہر کو معاف کر دیا ہو---

[۴]......وہ جس کے والدین اس سے راضی ہوں---

[۵]......وہ جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لے---

○......مقدمات کا فیصلہ جلد کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ دیر کے سبب انصاف کی افادیت ہی ختم ہو کر رہ جائے---

○......زیادہ ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے، رعب داب جاتا رہتا ہے اور موت سے غفلت ہو جاتی ہے---

○......جو عیب سے مطلع کرے، وہ دوست ہے---

○......طمع کرنا مفلسی اور بے غرض ہونا امیری ہے---

○......بدترین آوازیں دو ہیں، راگ کی اور نوحہ کی---

○......کم بولنا حکمت، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت اور کم آمیزی میں عافیت ہے---

○......مشغولیت سے پہلے فراغت اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جان---

اسلامی افواج جب عجمی علاقوں میں داخل ہوئیں، تو آپ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ ریگستان عرب کے صحراؤں کی گود میں پلے ہوئے جفاکش، بہادر اور محنتی مجاہدوں کو عجم کی ٹھنڈی ہوائیں، میٹھے پانی اور سرسبز و شاداب مرغزار، بہادری کے اوصاف سے محروم نہ کر دیں---آپ نے خط میں لکھا:

○......فوج کا ہر افسر اور سپاہی لازمی طور پر دن کا کچھ حصہ دھوپ میں گزارے، حماموں میں نہ نہائے، گھوڑوں پر رکاب کے سہارے نہ سوار ہو، نرم و گداز کپڑے نہ پہنے، ہر فوجی اپنے ساتھ تمام ضروری سامان یہاں تک کہ سوئی دھاگہ اور قینچی تک رکھے---

آپ کا خبر رسانی اور جاسوسی کا محکمہ اس قدر مؤثر تھا کہ میدان جنگ کی ایک ایک حرکت سے آپ مطلع ہوتے تھے---علامہ طبری نے آپ کے متعلق لکھا ہے:

وَ کَانَ عُمَرُ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْئٌ---

''سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی تھی''---

آپ کی زندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ روم و شام پر فوجیں بھیجی جارہی ہیں، قیصر و کسریٰ کے سفیر باریاب ہو رہے ہیں، خالد و امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے باز پرس ہو رہی ہے، سعد بن وقاص، ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام احکام و فرامین لکھے جارہے ہیں اور دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر جو کرتہ ہے اسے چودہ پیوند لگے ہوئے ہیں، سر پر پھٹا ہوا عمامہ ہے، پاؤں میں ٹوٹی پھوٹی جوتیاں ہیں اور اس حالت میں بھی مشک اٹھا کر بیوہ عورتوں کے گھروں کا پانی بھرنے جارہے ہیں یا کہیں زمین پر اینٹ سرہانے رکھ کر آرام کررہے ہیں---آپ کے گھر کا یومیہ خرچ دو درہم تھا---

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علاقہ شام سے واپس آئے تو آپ تنہا ہو کر لوگوں سے حالات دریافت کرنے لگے، اس اثنا میں آپ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے اور اس سے اس کا حال دریافت کرنے لگے---بڑھیا نے پوچھا:

''عمر کا کیا حال ہے؟''---

آپ نے کہا:

''وہ ابھی شام سے واپس آئے ہیں''---

بڑھیا نے کہا:

''اللہ تعالیٰ عزوجل میری طرف سے انہیں جزائے خیر نہ دے''---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیوں؟''---

بڑھیا نے کہا:

''جب سے وہ خلیفہ ہوئے ہیں، مجھے بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا''---

آپ نے فرمایا:

''عمر کو تیرا حال کیا معلوم؟''---

اس نے کہا:

''آپ نے یہ کیا کہا؟--- جو شخص خلیفۂ رسول ہو اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے''---

بڑھیا کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور کہنے لگے:

''اے عمر! تجھ پر افسوس ہے، تیری رعایا تجھ سے کیسے جھگڑتی ہے؟--- ہر شخص تجھ سے زیادہ فقیہ ہے''---

اس کے بعد آپ نے اس بڑھیا سے پوچھا:

''تو اپنی دادخواہی کتنے میں فروخت کر کے اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو سکتی ہے، میں عمر کو اس پر راضی کر لوں گا''---

بالآخر جرح و قدح کے بعد آپ نے بیس درہم میں اس کی دادخواہی خرید لی--- رخصت ہونے کو تھے کہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ''السلام علیک یا امیر المؤمنین'' کہتے ہوئے آ موجود ہوئے، آپ نے تحریر اس طرح لکھی:

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، یہ تحریر ہے اس امر کے متعلق کہ عمر نے فلاں بڑھیا سے اپنی ابتدائے خلافت سے اب تک اس کی دادخواہی بیس درہم میں خرید لی، اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ﷻ کے حضور دعویٰ کرے تو میں اس سے بری ہوں، علی اور عبداللہ بن مسعود اس پر گواہ ہیں''---

جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کسی شخص کو گورنری یا ایسا کوئی دوسرا اہم منصب سپرد فرماتے تو صحابہ کے ایک گروہ کے سامنے اس کو تقرری کا پروانہ عنایت کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گواہ بناتے--- ہر عامل سے عہد لیا جاتا تھا کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا--- تقرری کے وقت عامل کے مال و اسباب کی مفصل فہرست تیار کر کے محفوظ کر لی جاتی تھی اور گاہے گاہے اس فہرست سے اس کے اسباب کا موازنہ کیا جاتا تھا---

تمام عمال کو حکم تھا کہ ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوں--- حج کی تقریب میں اطراف و

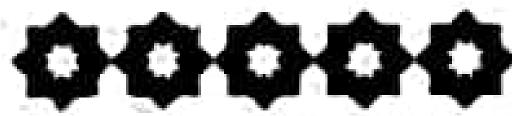
اکناف کے لوگ موجود ہوتے تھے، اس موقع پر حضرت عمر ﷛ اعلان فرمایا کرتے تھے:

''جس شخص کو کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت ہو وہ پیش کرے''---

چناں چہ بعض اوقات عمال کے خلاف معمولی شکایتیں پیش ہوتیں اور تحقیقات کے بعد انہیں رفع کیا جاتا--- آپ کے محکمہ احتساب کے چیف محمد بن مسلمہ بلا خوف لومۃ لائم، عمال کا احتساب کرتے تھے--- عیاض بن غنم عامل مصر کو جو کہ باریک کپڑے پہننے اور دروازے پر حاجب بٹھانے کے جرم میں ماخوذ ہو کر آئے تھے، آپ نے بالوں کا کرتہ پہنا کر بکریوں کا گلہ سپرد کیا کہ اسے چرائیں، یہاں تک کہ انہوں نے توبہ کی--- اسی طرح سعد بن وقاص ﷛ کی ڈیوڑھی آپ کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے جلادی---

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت سیدنا عمر ﷛ نے جہاں حکمرانی اور سلطنت کے لیے مثالی اصول وضع کیے، بعینہٖ وہاں آپ نے اسلامی طرز معاشرت، سادگی، تواضع، مساوات، عدل اور اخوت کا پیکر بن کر ثابت کردیا کہ دین فطرت میں حکمرانی دراصل خدمت خلق کا نام ہے--- آپ کی مثالی زندگی ہر دور کے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہے---

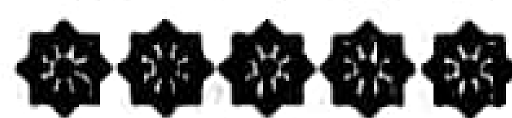
اے کاش! دنیا کے مسلمان حکمران اپنے اس عظیم قائد کی زندگی کو اپنا آئیڈیل بنا کر چلیں تو آج بھی وہ اپنے اپنے ممالک کو امن وسکون، خوش حالی ومسرت کا گہوارہ بنا سکتے ہیں---



عمر ابن خطاب ﷛

دے جس کی زباں رازِ خدائی کی خبر
ہے جس کی جبیں مطلعِ انوارِ سحر
کیا شان ہے، کیا عزت وعظمت اس کی
لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ کَانَ عُمَر

عبدالعزیز خالد



بیاد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امیرِ جیشِ حرم پیشوائے اہلِ یقیں
دعائے شاہِ امم، مدعائے سرورِ دیں

دوم خلیفۂ راشد وہ جانشینِ عتیق
وہ سادگی کا مرقع وہ پیکرِ تمکیں

عمر کی بات کی تائید وحی حق نے بھی کی
کہا نبی نے عمر کی زباں کو حق آگیں

دلاوروں میں قد آور وہ کوہِ عزم و ثبات
عمر مجسمۂ جرأت و حمیتِ دیں

وہ جس نے قوت ایمان و زور بازو سے
کچل دیا سر شر و فساد و فتنہ و کیں

وہ بے مثال مدبر کہ چشم عالم نے
نہ کوئی دیکھا پھر اس جیسا شہ دماغ کہیں

عمر کا عہد امارت مبارک و مسعود
عمر کا دور خلافت مثالی و زریں

وہ بے کسوں کا طرفدار غم زدوں کا انیس
وہ بے سہاروں کا ہمدرد و غم گسار و معیں

مثال ابر بہاراں زمین سوختہ پر
وہ جس کی ذات ہے صحرا میں چشمۂ شیریں

بلند مرتبہ ہیں سب حضور کے خلفا
مگر عتیق و عمر ان میں ہیں بزرگ تریں

کرے گا ذکر کہاں تک کوئی ستائش گر
ہزار خوبیاں طارق اس ایک شخص میں تھیں

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



عظمت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری

خلیفۂ ثانی، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے--- آپ کی صلابت دینی، راہ حق میں استقامت، ذات مصطفوی سے بے لوث محبت و فدائیت، جرأت و شجاعت، اعدائے دین سے کھلی کھلی عداوت اور علم و عمل، تقویٰ و طہارت اور فکر و کردار کی عظمت، وہ خوبیاں ہیں جو ان کی زندگی کا اصل جوہر اور کرامت سے بڑھ کر کرامت ہیں--- تاہم آپ کی ذات والا صفات سے کچھ ایسے بھی خارق عادت امور صادر ہوئے، جنہیں عرف عام میں ''کرامت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے--- ایسے امور بالعموم ان خاصان خدا سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرما کر محبوب بنالیتا ہے اور پھر ان کے ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ، کان وغیرہ اعضاء، قوت و قدرت خداوندی کے مظاہر بن جاتے ہیں---

کرامات اولیاء پر امام فخر الدین رازی نے بڑی مفصل گفتگو کی ہے جو آئندہ کسی اشاعت میں تفصیلی مضمون کی صورت میں نذر قارئین ہوگی--- اس دفعہ اس مضمون سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت (یکم محرم الحرام) کی مناسبت سے آپ کی چند کرامات پیش کی جارہی ہیں---

امام رازی رقم طراز ہیں:

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کثیر الانواع کرامات کا ظہور رہا، (مثلاً):

قوت مشاہدہ

آپ نے ساریہ بن الحصین کی قیادت میں (ایران کے شہر نہاوند کو فتح کرنے کے لیے [مترجم]) ایک لشکر جہاد روانہ فرمایا---اسی اثنا میں ایک دن عین خطبۂ جمعہ کے دوران آپ نے یوں پکارا:

یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلَ الْجَبَلَ---

"اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لے، پہاڑ کی پناہ لے"---

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، میں نے یہ وقت اور تاریخ نوٹ کر لی---کچھ دنوں بعد لشکر کے چند سپاہی فتح و کامرانی کی بشارت لے کر آئے، انہوں نے بتایا:

اے امیر المؤمنین! جمعہ کے روز ہم سخت مشکل میں گرفتار تھے، لڑائی زوروں پر تھی، اچانک ایک آواز آئی:

یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلَ الْجَبَلَ---

یہ سن کر ہم نے اپنی پشت پہاڑ کی طرف کی اور پہاڑ کے دامن میں پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے اس بروقت انتباہ (اور اس پر عمل کرنے) کی برکت سے کفار کو شکست فاش دی اور ہمیں فتح و نصرت اور غنیمت سے سرفراز فرمایا---

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا معجزہ ہے، کیوں کہ آپ نے شیخین کریمین ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے فرمایا تھا:

اَنْتُمَا مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَ الْبَصَرِ---

"تم میری آنکھ اور کان کی مانند ہو"---

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بمنزلۂ بصر ٹھہرے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی آنکھ قرار دیا، تو اتنی بعید مسافت سے میدان کارزار کا مشاہدہ کر لینا، یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان نظر ہی کا نتیجہ تھا---

دریائے نیل میں طغیانی

مصر کا دریائے نیل سال میں ایک مرتبہ خشک ہو جایا کرتا تھا اور اس وقت تک جاری نہ ہوتا جب تک کسی خوب صورت دوشیزہ کو اس کی بھینٹ نہ چڑھایا جاتا---مصر اسلام کے زیر نگیں آیا تو وہاں کے گورنر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا---آپ نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صورت حال تحریر کر کے بھیجی---آپ نے جواباً دریائے نیل کے نام ایک رقعہ تحریر فرمایا:

اَیُّھَا النِّیْلُ اِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ بِاَمْرِ اللّٰہِ فَاجْرِ وَ اِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ بِاَمْرِکَ فَلَا حَاجَۃَ بِنَا اِلَیْکَ---

''اے نیل! اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو جاری ہو جا اور اگر اپنی مرضی کرتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں''---

یہ رقعہ نیل میں ڈالا گیا، فوراً طغیانی آ گئی، پھر اس کے بعد نیل کبھی خشک نہ ہوا---(اور یوں حضرت سیدنا عمر ﷜ کی کرامت سے جاہلیت کی اس بھیانک رسم کا ہمیشہ کے لیے قلع قمع ہو گیا)---

زلزلہ رک گیا

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا---حضرت سیدنا عمر ﷜ نے اپنا درّہ زمین پر مارا اور یوں گویا ہوئے:

اُسْکُنِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ---

اے زمین! ٹھہر جا---

فَمَا حَدَثَتِ الزَّلْزَلَۃُ بِالْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ ذٰلِکَ---

''اس کے بعد پھر کبھی مدینہ منورہ میں زلزلہ نہیں آیا''---

آگ بُجھ گئی

ایک بار مدینہ پاک کے ایک محلّہ میں آگ لگ گئی، آپ ﷜ نے ایک رقعہ لکھا:

یَا نَارُ اُسْکُنِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ---

''اے آگ! اللہ کے حکم سے بجھ جا''----

یہ رقعہ آگ میں ڈالا گیا تو فوری طور پر آگ بھسم ہو گئی---

غیبی پہرے دار

بادشاہ روم کا ایک ایلچی مدینہ منورہ آیا اور حضرت سیدنا عمر فاروق ﷜ کے محل کا پتا پوچھا---اس نے سوچا، روم کے بادشاہوں کی طرح یہاں بھی کوئی عالی شان محل ہوگا---لوگوں نے بتایا، خلیفۃ المسلمین کا کوئی محل نہیں ہے، کھلے صحرا میں کسی سایہ دار درخت کے نیچے تشریف فرما ہوں گے---ایلچی آپ کی تلاش میں صحرا کی جانب نکلا تو یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اتنی عظیم سلطنت کے سربراہ اور کچی اینٹ کا سرہانا بنائے ننگی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں---وہ محوِ حیرت ہو کر سراسیمگی

کے عالم میں سوچنے لگا کہ یہ ہے وہ شخص جس سے شرق و غرب کے حکمران خائف اور لرزہ براندام ہیں---اس نے سوچا یہاں کوئی پہرے دار نہیں، کوئی حفاظتی انتظام نہیں، کوئی رکاوٹ نہیں، کیوں نہ ان کا کام تمام کر دیا جائے---تلوار میان سے باہر نکال کر حملہ آور ہوا چاہتا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو شیر ظاہر فرما دیے---شیر دھاڑے، خوف سے اس کی تلوار نیچے گر گئی---ادھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، ادھر شیر غائب ہو گئے---آپ نے اس شخص سے حال پوچھا اس نے تمام صورت حال گوش گزار کی اور آپ کی یہ عظیم کرامت دیکھ کر اسلام قبول کر لیا---

سیاست و حسن تدبر

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کرامات کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ کرامات خبر آحاد سے ثابت ہیں مگر یہ بات تو تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے دنیا کی زیب و زینت اور تکلفات سے کلیۃً احتراز کیا مگر اس کے باوجود شرق و غرب میں آپ نے اپنی سیاست اور حسن تدبر سے اپنا لوہا منوایا اور مملکتوں اور حکومتوں میں انقلاب برپا کر دیا---تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے اب تک کسی کو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سی شوکت و عظمت میسر نہیں آئی---تکلفات دنیوی سے اس قدر دوری کے باوجود سیاسیات پر گہری نظر اور مکمل گرفت آپ کی بہت بڑی کرامت ہے---[فخر الدین، رازی، امام، تفسیر کبیر، جلد ۲۱، صفحہ ۸۷، ۸۸]

عمر کے عتاب سے سورج کی حدت ختم ہو گئی

۷ کرامات حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نوک قلم پہ آیا ہے تو اختتامیہ کے طور پر وہ روایت بھی نذر قارئین ہے، جسے زبدۃ المحققین علامہ عبد العلی محمد بحر العلوم علیہ الرحمہ نے شرح مثنوی مولانا روم میں شیخ عبد اللطیف علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے---[دفتر اول، صفحہ ۱۶]

شیخ موصوف روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی چادر کو پیوند لگا رہے تھے---آپ کا بدن مبارک برہنہ تھا---سورج کی حدت کے باعث آپ کے جسم کو اذیت پہنچی---آپ نے سورج کی طرف عتاب بھری نگاہ ڈالی، فوراً سورج گرہن ہو گیا---مولانا روم نے اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

بذر گستاخی کسوف آفتاب   شد عزازیلے ز جرأت ردّ باب



شہید قرآن

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

امیر المؤمنین ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں، حافظ ابونعیم اصفہانی نے شہید قرآن، خلیفہ مظلوم کی یوں قلمی تصویر پیش کی ہے:

و ثالث القوم القانت ذوالنورين، والخائف ذوالهجرتين، و المصلي إلى القبلتين، هو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ كان من الذين ﴿آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّ آمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اَحْسَنُوا﴾ [المائده:۹۲] فكان ممن ﴿هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾ [الزمر:۹] غالب احواله الكرم و الحياء، والحذر و الرجاء حظه من النهار الجود و الصيام، و من الليل السجود و القيام، مبشر بالبلوى، و منعم بالنجوى---[حلیة الاولیاء، جلد ا، صفحہ ۵۵ تا ۶۱]

"جماعت اولیاء اللہ کے تیسرے فرد، اطاعت گزار، ذوالنورین، اللہ کا خوف کرنے والے، دو ہجرتیں کرنے والے، دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے،

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے، جو ایمان لائے، نیک کام کیے، پھر تقویٰ اختیار کیا اور بھلائی میں کمال پایا۔ تو گویا آپ ان لوگوں میں سے تھے جو رات کے تمام لمحات میں اطاعت وعبادت میں لگے رہتے، سجود وقیام میں منہمک رہتے، آخرت کے بارے میں احتیاط کرتے اور اپنے رب کی رحمت سے امید رکھتے ہیں۔

آپ کے غالب احوال، حیاء، احتیاط اور پر امیدی سے عبارت ہیں۔ دن میں سخاوت اور روزہ داری آپ کا مقدر تھا، رات کو سجود وقیام آپ کا معمول تھا۔ اپنے خلاف بلوئی ہونے کی خبر آپ کو دے دی گئی تھی اور ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے انعام سے آپ نوازے گئے تھے"۔۔۔

ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں اور دار ارقم کو تربیت صحابہ اور تبلیغ اسلام کا مرکز بنائے جانے سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے، آپ کو حبشہ اور مدینہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیماری کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ حضرت عثمان کو جنگ بدر میں ساتھ لے جانے سے روک دیا تھا تا کہ ان کی تیمارداری کر سکیں مگر اس کے باوجود انہیں غازیان اسلام کے برابر مال غنیمت میں حصہ عطا کیا گیا۔ حضرت سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری لخت جگر حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ان کے نکاح میں دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کا شوہر ہونے کے شرف نے آپ کو ذوالنورین (رضی اللہ عنہ) سے ملقب ہونے کا شرف بخشا اور یہ شرف اور کسی انسان کو نصیب نہیں ہوا۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ اگرچہ بیعت رضوان میں شریک نہ ہو سکے، لیکن ان کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ "دست عثمان" تصور کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں رکھا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بیعت رضوان میں شریک تصور فرمایا۔

حلیہ مبارک

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حلیہ اس طرح قلم بند کیا گیا ہے:

"آپ دوہرے جسم کے سفیدی مائل، گندمی رنگ کے مالک تھے، خوب صورت چہرہ، چوڑا سینہ، سر اور داڑھی کے بال بہت گھنے تھے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو غور سے دیکھا، آپ خوش شکل تھے، رخساروں پر

چیچک کے داغ تھے اور کلائی کے بال بہت گھنے تھے"---

[حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، صفحہ ۵۵ تا ۶۱/ الاستیعاب، صفحہ ۱۳۷/ طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۵۳/ صفۃ الصفوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۹۴]

سخاوت

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ متمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سرفہرست تھے، لیکن آپ جتنے مال دار تھے، اتنے ہی دل کے سخی تھے، اسی لیے غنی کا لفظ آپ کی لازمی صفت قرار پا گیا اور ہمیشہ عثمانِ غنی کہلائے۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلی توسیع حضرت سیدنا عثمان غنی نے کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا کہ جو مسجد نبوی کی توسیع کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اسی قدر وسیع گھر عطا فرمائے گا تو حضرت سیدنا عثمان غنی نے اسی وقت بھاری رقم خرچ کر کے قطعات زمین مسجد نبوی میں شامل کر کے وقف فرما دیے۔ [ایضاً]

رومہ نامی ایک کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا، جس سے باشندگان مدینہ اور مسافر خرید کر پانی پیتے تھے۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہودی کو اس کنویں کا بھاری معاوضہ ادا کر کے اسے فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔

غزوۂ تبوک میں شریک ہونے والے لشکر اسلام کو "جیش عسرت" یعنی تنگی کا لشکر کہا جاتا ہے۔ اہل مدینہ قحط سالی کے باعث نڈھال تھے، نئی فصل پک کر تیار تھی، ایسے موقع پر لشکر کی تیاری اور جہاد میں شرکت دونوں مشکل آزمائش کی حیثیت رکھتے تھے، حضرت عثمان غنی نے تین سو اونٹ کے برابر دولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نذر کی جو لشکر کی تیاری پر صرف ہونے والے سرمایہ کا نصف تھا۔ [ایضاً]

تواضع

دولت اور اقتدار کے باوجود حضرت سیدنا عثمان نرم رو اور نرم خو بھی تھے اور ساتھ ہی آپ میں تواضع اور عاجزی بھی کمال کی تھی۔ خلیفہ بننے کے بعد سر کے نیچے چادر رکھ کر مسجد نبوی میں لیٹ جاتے، لوگ آ کر آپ کے پاس بیٹھتے جاتے اور یوں لگتا تھا جیسے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ بھی ان عام آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ [ایضاً]

خلافت

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو آپ نے نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جو مجلس شوریٰ نامزد کی، اس میں حضرت سیدنا عثمان بن عفان بھی شامل تھے۔

مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان کو خلیفہ نامزد کیا اور ۲۹/ذوالحجہ ۲۳ھ کو پیر کے دن خلافت کے لیے آپ کی بیعت ہوئی۔ بارہ سال آپ خلیفہ رہے، پھر ۱۳/ذوالحجہ (باختلاف روایت ۱۸/ذوالحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کے دن کئی روز تک محصور رہنے کے بعد آپ شہید کردیے گئے۔ ہفتہ کی رات آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا، آپ کی عمر اس وقت ۹۰ سال کے لگ بھگ تھی، نماز جنازہ حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔[ایضاً]

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سولہ بیٹے بیٹیاں تھے لیکن آپ کی اولاد میں سے حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ نمایاں اور اصحاب علم وادب میں سے تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت وسیرت میں پانچ پہلو ایسے ہیں جو ان کے لیے امتیازی شان کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں:

۱ ذوالنورین

انسانی تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا، جس کے عقد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا تھا:

"اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو وہ بھی ان کے عقد میں دے دیتا"---

یہ ایسا شرف ہے جس میں عثمان غنی کا اور کوئی شریک نہیں۔

۲ اسلام کا سفیر اوّل

اسلامی تاریخ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اسلام کا سفیر اوّل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک ایسی مدبّر اور حوصلہ مند شخصیت کی ضرورت تھی جو کفار مکہ کو شر وفساد سے باز رکھ سکے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی سفارتی مہم میں کامیاب ہوئے، صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے ہوا، جسے اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا۔

۳ شہید قرآن

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور آپ کی شہادت، قرآن کی حفاظت وصداقت کے لیے واضح اور روشن دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ باغیوں کے فتنہ پردازوں نے حضرت عثمان پر بے بنیاد الزام لگائے، گویا انہیں ان کی سیرت وکردار میں کوئی عیب نظر نہ آیا، ورنہ تہمت والزام تراشی کی ضرورت نہ تھی۔ سب سے بڑا الزام یہ ہوسکتا تھا کہ لہجہ قریش پر اکتفا کرنے اور باقی تمام لہجات میں لکھے ہوئے مصاحف کو تلف کرنے کا حکم دینے میں آپ نے کتاب اللہ کو کوئی گزند پہنچائی

کی تھی اور انوار رسول اللہ ﷺ کے تھے---ایسا لگتا تھا، جیسے حضور انور ﷺ اپنے ساتھ آئینہ لے آئے ہوں---جبھی تو لوگوں کو اشتباہ ہو گیا کہ ان دونوں میں سے کون رسول اللہ ہیں---پس لوگ ابو بکر صدیق کو رسول اللہ سمجھ کر ان سے ملنے لگے---[لعبد الرحمن فی عویم فی روایة ابن اسحاق اناخ الی الظل هو و ابو بكر و الله ما ادری ایهما هو]

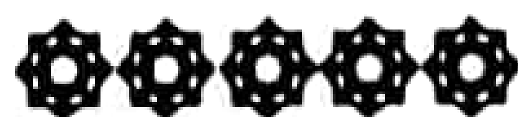
اور تب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر ڈال کر حضور اکرم ﷺ پر سایہ کیا تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ اصل یہ ہیں اور عکس میں ہوں، آقا یہ ہیں اور غلام میں ہوں---

[صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۵۵۵]

گلے خوش بوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
و لیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اور محبت کا آخری مرحلہ یہی ہے کہ محبوب، محب کی ذات میں اس طرح سما جائے کہ محب میں اپنا کچھ نہ رہے---رنگ و روپ، جمال و کمال، سب محبوب کا اور محب و محبوب میں فرق نہیں مابین پیا کی جیتی جاگتی تفسیر بن جائیں---سفر ہجرت کے اس آخری موڑ پر محب رسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس معراج پر نظر آتے ہیں کہ جہاں دوئی مٹ جاتی ہے اور وحدت محض رہ جاتی ہے، غالباً ایسے ہی مقام کے لیے کہا گیا ہے کہ:

تو من شدی من تو شدم من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری



آں امن الناس بر مولائے ما

انوکھی اور اونچی شان ہے صدیق اکبرؓ کی

(بمناسبت یوم وصال ۲۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ)

خدا کی راہ میں سب کچھ لٹانے کی حسیں عادت بہار گلشن احسان ہے صدیق اکبر کی
مقام اسلام کی تاریخ میں ہے منفرد ان کا مثالی آبرو ہے، آن ہے صدیق اکبر کی
متاع عقل و دانش، زندگی، اولاد، ہر پونجی رسول پاک پر قربان ہے، صدیق اکبر کی
سنی معراج شہ کی بات تو تصدیق کی فوراً یہی تو خوبیٔ ایمان ہے صدیق اکبر کی
ملی ہے کس کو یہ عزت، صحابی چار پشتیں ہیں انوکھی اور اونچی شان ہے صدیق اکبر کی
محمد کی تہ دل سے اطاعت کے تصدق میں خدا کی دین ہے جو شان ہے صدیق اکبر کی
نبی کی جانشینی کا ادا حق کر دیا اس نے خلافت بھی عظیم الشان ہے صدیق اکبر کی
نہ ہو تکلیف کوئی غار میں محبوب باری کو پریشانی یہی ہر آن ہے صدیق اکبر کی
تشخص عائشہ کے باپ کا حاصل ہوا کس کو ملی ہے کس کو جو پہچان ہے صدیق اکبر کی
نہ پوچھیں گے اسے کل شافع محشر قیامت میں جو ٹولی آج نافرمان ہے صدیق اکبر کی

مجھے طارق محبت کیوں نہ ہو صدیق اکبر سے
محبت رونق ایمان ہے صدیق اکبر کی

محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری



شہیدِ مدینہ
امامِ مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

شاعرِ نعت راجا رشید محمود

تاریخ اسلام کے آغاز میں حضرت عثمان اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیتیں اس لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتی ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد اور ملت اسلامیہ میں انارکی اور جھگڑے کے تصور کو ختم کرنے کی خاطر جدوجہد کی، قربانیاں دیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس احتمال کے پیش نظر اقتدار سے الگ ہو گئے اور خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسلامیوں کی وحدت کے تحفظ میں اپنی جان بھی قربان کر دی، لیکن حق پر ہونے کے باوجود اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر قوم میں خونریزی نہ ہونے دی۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ، ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں شہید ہوئے اور نبیرۂ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے محرم ۶۱ ہجری میں شہادت پائی۔ عاشوراء محرم کو ہمارے بعض دوست مظلومیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، میرے نزدیک حادثۂ کربلا کا تخصص سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنے کے جہاد سے عبارت ہے۔ شہید کربلا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار اِحقاق حق اور اِبطال باطل کی تصویر اور استقلال و استقامت کا مثالی نمونہ ہے۔ اگرچہ اس کا ایک پہلو مظلومیت حسین و ہمراہان حسین بھی ہے، مگر مظلومیت کی سچی تصویر

خلیفۂ راشد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات بھی کچھ کم مظلوم نہیں۔ آپ نے اقتدار اپنے پاس ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا خون نہ بہنے دیا، اپنا خون راہِ خدا میں بہا دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر فرات کا پانی بند کیا گیا، لیکن مظلومیت عثمان غنی کا ایک رُخ یہ بھی ہے کہ ان کو اس کنوئیں کے پانی سے محروم کر دیا گیا جسے آپ نے خرید کر اہل مدینہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نماز کی تو ممانعت نہ تھی، مگر امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس مسجد میں داخل نہ ہونے دیا گیا جس کی توسیع کی سعادت انہیں حاصل ہوئی تھی۔ شہید کربلا کا پاک خون خاکِ کربلا کے ذرّوں پر بہایا گیا، مگر شہید مدینہ کے خون سے وہ قرآنِ حکیم رنگین ہوا، جس کی تدوین و جمع سے لے کر اشاعت تک کے لیے انہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کر رکھی تھیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میدان میں ہوئی اور ان کی شہادت گھر میں ہوئی۔ اُن کی شہادت کے وقت اہل و عیال خیموں میں تھے (پاس نہیں تھے)، اِن کی شہادت ازواجِ پاک کے سامنے ہوئی۔ اُن کے حرم پاک کی بے پردگی بھی ثابت نہیں ہوتی، اِن کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ کی انگلیاں بھی کاٹ دی گئی تھیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ اس عظیم شخصیت کو، ان کے کارناموں کو، ان کی خدمات کو اور ان کے احسانات کو ملت نے بھلا دیا ہے۔ ان کی شخصیت پر، ان کے عہد خلافت کی خصوصیت پر، اس عہد میں ہونے والی فتوحات کے بارے میں اور ان کے فضائل و شمائل پر کم سے کم لکھا گیا ہے، بلکہ بہت کم کہا گیا ہے۔

کیا ہمیں علم ہے کہ جب مسجد نبوی کی توسیع کے لیے کائنات کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص زمین خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے گا، اسے جنت میں اس سے بہتر جگہ ملے گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کس نے کی تھی؟ جب مدینہ طیبہ میں میٹھے پانی کے واحد کنویں کے بارے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کوئی آدمی اسے خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دے، تو ہر ادائے رسالت پر جان نچھاور کرنے والے کس شخص نے حکم کی تعمیل کی؟ جب جبلِ اُحد پر زلزلہ آیا تھا اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر فرمایا تھا کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں، تو شہید سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن کس کی طرف تھا؟ حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں اپنا سفیر کسے بنایا تھا؟ بیعت رضوان کے اس موقع پر جب خدا نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا تھا، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست مبارک کو کس کا ہاتھ قرار دیا تھا اور کس کی طرف سے خود ہی بیعت کی تھی؟ کیا یہ شخصیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کی ہے؟

اور یہ سب باتیں اس حقیقت کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں کہ رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے انہیں اپنی فرزندی میں لیا اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح از خود ان سے کر دیا، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی درخواست کی نوبت ہی نہیں آئی۔ تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا:

"اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ایک کے فوت ہو جانے کے بعد دوسری کی شادی عثمان سے کر دیتا"۔۔۔

اور یہ سب وحی ربانی کی تعمیل میں ہوتا۔ ابن ماجہ، قزوینی، طبرانی اور حافظ ابوبکر اسماعیل نے حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور کئی دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ یہ شادیاں حکم الٰہی سے ہوئی ہیں۔

حضور رسول کریم ﷺ "قد جاء کم من اللہ نور" کے مصداق، نور مجسم اور آپ کی صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی نور، تو پھر نور کے یہ دونوں ٹکڑے جس عظیم شخصیت کے عقد میں آئیں، وہ ذوالنورین کیوں نہ ہو؟

امام مظلوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ سیدنا رسول انام ﷺ کے سگی پھوپھی کے نواسہ تھے۔ ہجرت حبشہ میں آپ نے جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ رقیہ کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی۔ پھر آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف دوسری ہجرت فرمائی۔ خود سرکار ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ عثمان پہلے شخص ہیں، جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی"۔۔۔

خلفائے راشدین میں سے یہ شرف صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ انہوں نے دونوں ہجرتیں کیں۔ جس مظلوم شخصیت کو ملت بھلا رہی ہے، اس کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک پنڈلیاں کھلی ہوئیں تھیں، معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی آئے ہیں، تو سرکار ﷺ نے کپڑے سے پنڈلیاں ڈھانپ لیں اور فرمایا:

"کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں"۔۔۔[صحیح مسلم]

مشکوٰۃ شریف میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے"۔۔۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی ﷺ کی روایت نقل کی ہے:

''حضرت عثمان ﷺ میں دو صفات ایسی ہیں جو نہ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ میں ہیں، نہ حضرت عمر فاروق ﷺ میں۔ ایک ان کا صبر، یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرما لیا اور دوسرا لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کرنا''---

سب سے پہلے حضرت عثمان غنی ﷺ ہی نے جمعہ میں پہلی اذان کا حکم دیا۔ مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں، تکبیر میں آواز دھیمی کروائی، سب سے پہلے اہل و عیال کے ساتھ راہ خدا میں ہجرت کی، تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کی ایک قرأت پر جمع کیا، سب سے پہلے آپ ہی نے نماز عید کے بعد خطبہ پڑھا، سب سے پہلے آپ ہی نے لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا، آپ ہی نے جانوروں کے لیے چراگاہیں چھوڑیں۔ آپ اسلام کی دعوت سے پہلے ہی لکھنے پڑھنے میں مہارت رکھتے تھے، آقا ﷺ نے انہیں کتابت وحی پر مامور فرمایا تھا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ انہوں نے زندگی بھر نہ کبھی گانا سنا، نہ لہو ولعب کی تمنا کی۔ یہ بھی حضرت عثمان غنی ﷺ ہی کی خصوصیت اور انفرادیت ہے کہ حلقۂ اسلام میں آنے کے بعد کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا، جب آپ نے ایک غلام آزاد نہ کیا ہو۔ انہوں نے عہد رسالت ہی میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ آپ سرکار رسالت مآب ﷺ کے سفیر تو تھے ہی، بخاری شریف میں ہے کہ آقا حضور ﷺ کے بعد ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کی خدمت میں سفارت بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان غنی ﷺ کو ہی منتخب فرمایا۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضور پرنور ﷺ کو جان و مال اور عزت و آبرو سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ صحابہ کرام ﷺ تو ایمان کے اتنے بلند مقام پر تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ پھر سرکار ﷺ، حضرت عثمان پر جتنا لطف و کرم اور شفقت و محبت فرماتے تھے، اس کے زیر اثر بھی وہ محبت رسول کی راہ کے راہی تھے، راہبر تھے۔ جب حضور ﷺ نے انہیں مکہ بھیجا تو صحابہ کرام ﷺ نے رشک کے عالم میں کہا، عثمان تو کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضور ﷺ جانتے تھے کہ ایسا نہیں ہے، چنانچہ فرمایا:

''وہ میرے بغیر طواف کعبہ نہیں کریں گے''---

یہی ہوا، جب سرداران قریش نے انہیں طواف کعبہ کے لیے کہا، تو قبیلۂ عشاقِ رسول کے اس سرخیل نے کہا:

''حضور ﷺ کے بغیر میں طواف کرلوں، یہ کیسے ممکن ہے؟''---

محبت و اخلاص اور صدق و صفا کے مظہر حضرت عثمان کو اپنے آقا و مولا ﷺ کا اس قدر احترام ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، زندگی بھر اس کو نجاست سے مس نہیں ہونے دیا۔ ان کے عشق مصطفیٰ ﷺ کا کرشمہ دیکھیے کہ انہوں نے جام شہادت نوش فرمالیا مگر مدینۃ الرسول کو چھوڑنا یا اہل مدینہ کو تنگ کرنا اور جوار مدینہ میں کوئی شورش پیدا ہونا گوارا نہ کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حملے کے پیش نظر شام چلنے کو کہا تو فرمایا:

''میں رسول اللہ ﷺ کے قرب کو کسی بھی صورت چھوڑ نہیں سکتا، چاہے میری رگِ گردن کاٹ دی جائے''---

سبحان اللہ! رگ گردن کٹ جائے، جان چلی جائے، لیکن آقا ﷺ کا در چھوڑنا گوارا نہیں۔ یہ تعلق خاطر، یہ وابستگی، یہ محبت وعقیدت اور یہ عشق! اللہ اکبر

مگر حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خصوصیات چند ہوں تو گنوا بھی دی جائیں، وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، ان کا شمار ان چھ صحابہ میں ہوتا ہے، جن سے حضور نبی کریم ﷺ زندگی بھر خوش رہے۔ انہوں نے سرکار دوعالم ﷺ کی ایک سو چھیالیس احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم النبیین ﷺ تک، سوائے حضرت عثمان کے، کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہیں رہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد ایمان لائے تھے۔ پھر کیا اس شخصیت کی مظلومیت کا دائرہ آج تک وسیع نہیں ہے کہ ہم میں سے بہت سوں کو ان کے بارے میں معلومات ہی نہیں ہیں۔ ہم ان کی سیرت و کردار سے عامۃ المسلمین کو آگاہ نہیں کرتے۔ نہ تصنیف و تالیف کے ذریعے، نہ مجالس کے انعقاد سے۔

قارئین کرام! اپنے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کریں اور بتائیں کہ کیا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عسکری اصلاحات سے واقف ہیں؟ کیا انہیں علم ہے کہ بعض صوبوں میں اس وقت تک فوجی اور انتظامی شعبے الگ نہیں تھے، یہ کام انہوں نے کیا۔ فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا، نئے مفتوحہ علاقوں میں چھاؤنیاں بنوائیں اور بحری فوج قائم کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحیرۂ روم کے جزیرۂ قبرص پر قبضہ کیا، ان کا بحری بیڑہ اتنا مضبوط تھا کہ قیصر روم نے چھ سو جہازوں سے شام پر حملہ کیا تو اسے شکست فاش دی گئی۔ جو ممالک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے تھے، ان میں سے کئی باغی ہو گئے، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہمدان، رے، اسکندریہ اور آذربائیجان کے لوگوں کی بغاوت اور شورش کو کچلا اور براعظم افریقہ میں مراکش، الجزائر، طرابلس، براعظم یورپ

میں انطاکیہ، طرطوس، اندلس اور براعظم ایشیا میں جرجان، خراسان، طبرستان، امیران، ماوراء النہر، افغانستان اور ایشیائے کوچک وغیرہ انہیں کے عہد خلافت میں فتح ہوئے۔

نظام حکومت چلانے کے لیے حضرت عثمان ذوالنورین ؓ نے تعلیمات وسنت نبوی اور سیرت شیخین کو پیش نظر رکھا۔ وہ ایسا پر امن معاشرہ تشکیل دینا چاہتے تھے جس میں سب کے حقوق محفوظ ہوں اور تمام کاروبار خدا اور رسول خدا کے احکام و ارشادات کے مطابق انجام دیے جائیں۔ خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے انہوں نے جو خطبہ دیا، اس میں فرمایا:

''میں قرآن و سنت کی پیروی کروں گا، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے قائم کیے ہوئے ان اصولوں پر کاربند رہوں گا، جن پر قوم متفق ہوگی''---

فوج کے افسروں کے نام جو حکم نامہ جاری کیا، اس میں فرمایا:

''اگر تم نے سابقہ اصولوں کو چھوڑ دیا تو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی ضرورت نہ ہوگی، وہ تمہاری جگہ ان لوگوں کو لے آئے گا جو تم سے بہتر ہوں گے۔ اس لیے تم اپنی حالت کا جائزہ لیتے رہو''---

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افسران مال کو حکم دیا:

''اللہ تعالیٰ حق کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کرتا، اس لیے افسروں کو حکم ہے کہ وہی وصول کریں جو حکومت کا حق ہے اور اس کے بدلے میں وہ ذمہ داریاں پوری کریں جو رعایا کی طرف سے ان کے ذمے ہیں''---

حضرات محترم! جس خلیفۂ ارشد کے ارشادات وعزائم یہ تھے، جس دامادِ نبی کی شخصیت و کردار کی تاب ناکیوں کا یہ عالم تھا، جس صحابیٔ رسول کی زندگی نیکیوں کا مرقع تھی، جن سے خدا خوش ہوگیا، جن پر نبی پاک ﷺ کی نگاہ لطف وکرم تھی، جو حضور ﷺ کے قریبی تھے، جو حضور ﷺ کے داماد ہوئے اور ذوالنورین بنے، جنہوں نے حکومت، فوج اور دوسرے شعبوں میں گراں قدر اصلاحات کیں، جن کی مظلومیت غم آفرین ہے، جنہیں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حفاظت کے باوجود گھر میں گھس کر شہید کردیا گیا، قرآن پاک جن کے خون سے لالہ زار ہوا، ان کو بھلانے میں ہم کس حد تک حق بجانب ہیں؟ کیا اس طرح ہم اپنے آپ کو نہیں بھولتے جارہے؟؟



خلیفۂ سوم......تاجدارِ ذوالنورین......صاحب الہجرتین......جامع القرآن

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا محمد ناصر خان چشتی

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

تاج دارِ ذوالنورین......صاحب الہجرتین......جامع القرآن......کامل الحیاء والایمان...... ایثار و قربانی کے عظیم پیکر......شہید مظلوم......جلوت و خلوت کے راز دار......معتمد و محبوب صحابیٔ رسول ﷺ......خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی اور خلیفہ راشد ہیں، جن کی سیرت و کردار اہل ایمان کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور قیامت تک تمام صاحبان ایمان آپ کی سیرت اور اسوہ پر عمل کر کے رشد و ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ یوں تو تمام صحابہ کرام رشد و ہدایت اور اخلاق کریمانہ کے ستارے اور مثالی پیکر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بعض ایسی خصوصیات سے نوازا جو صرف آپ کا طرۂ امتیاز تھا، زہد و تقویٰ، فیاضی و سخاوت، تواضع و انکساری، صبر و تحمل، عزم و استقلال اور عشق رسول ﷺ میں آپ تمام اہل ایمان کے لیے مینارۂ نور ہیں۔

سلسلہ نسب اور رسول اللہ ﷺ سے نسبت

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عفان اور والدہ محترمہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عمرو ہے، جب کہ آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ حضرت عثمان غنی بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس

بن عبد مناف بن قصی القرشی اموی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور سید عالم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی حضور اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں، اس اعتبار سے آپ حضور نبی کریم ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

خاندانی شرافت و کرامت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان مکہ مکرمہ میں ایام جاہلیت میں بھی بڑی غیر معمولی اہمیت، عزت و کرامت اور اقتدار کا حامل تھا۔ آپ کے جد امجد امیہ بن عبد شمس کا شمار قریش کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ خلفائے بنو امیہ اسی امیہ بن عبد شمس کی طرف سے منسوب ہو کر "امویین" کہلاتے ہیں۔ اسی طرح ابو سفیان بن حرب اموی جنھوں نے قبولِ اسلام سے پہلے تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے لشکر قریش کی قیادت کی۔ الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان شرافت، ریاست، غزوات اور اقتدار کے اعتبار سے عرب میں نہایت ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابتدائے اسلام میں ہی حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے تھے، جب کہ آپ سے پہلے صرف تین افراد مسلمان ہوئے تھے، چوتھے مسلمان آپ تھے۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت و تحریک پر ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے اپنا مستقبل اور دنیا و آخرت سنوار چکے تھے۔ عہد شباب کا آغاز آپ نے کاروبارِ تجارت سے کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ عرب کے امیر ترین شخص بن گئے، لیکن آپ نے اپنی تمام دولت اور مال و متاع کو اسلام کی شاعت اور فروغ میں استعمال کیا اور زندگی میں ہی زبانِ مصطفوی ﷺ سے کئی مرتبہ جنت کی بشارت حاصل کی۔

مثالی سیرت و کردار

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بن عفان کی سیرت طیبہ کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی عظیم سیرت و کردار پر رشک آتا ہے۔ وہ کون سا خلق اور کون سی صفت جلیلہ ہے جو آپ کی کتابِ حیات کا حصہ نہیں تھی۔

- محبت رسول ﷺ کی یہ حالت تھی کہ تمام غزوات میں رسول ﷺ کے ہم رکاب ہو کر ایثار و قربانی کی عدیم النظیر مثالیں ثبت فرمائیں۔
- عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ دن کے وقت کارِ خلافت میں مصروف رہتے ہیں اور پھر پوری پوری رات عبادت و ریاضت اور ذکر الٰہی میں بسر کرتے ہیں حتیٰ کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کر دیتے ہیں۔
- احترام رسول ﷺ اس قدر تھا کہ جس ہاتھ سے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی،

پھر زندگی بھر اس ہاتھ کو نجاست یا محلِ نجاست سے نہیں لگایا۔

- اتباعِ رسول ﷺ کی یہ کیفیت تھی کہ ہمیشہ اپنے ہر قول و فعل میں اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کرتے تھے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ وضو کرنے کے بعد مسکرائے تو لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو فرما کر مسکراتے ہوئے دیکھا تھا [مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۵۸] اسی طرح ایک مرتبہ سامنے سے جنازہ گزرا تو فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ [مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۶۸]
- زہد و تقویٰ اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ غیر معمولی دولت مند ہونے اور خلیفہ ہونے کے باوجود کبھی امیرانہ طرزِ زندگی اختیار نہیں کی، اور نہ ہی کبھی زیب و زینت کی چیزیں استعمال فرمائیں، حتیٰ کہ اپنے دورِ خلافت میں خلیفہ کے لیے مخصوص مقرر شدہ وظیفہ سے بھی دستبردار ہو گئے اور اپنا وظیفہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے بیت المال میں جمع کرا دیا۔
- تواضع اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں سیکڑوں غلام اور باندیاں موجود ہیں، لیکن اپنا کام اپنے ہاتھوں سے خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے اور وضو وغیرہ کا سامان خود کرتے، کسی غلام کو جگا کر اس کی نیند خراب نہیں کرتے تھے۔
- رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت پانے کے باوجود خوفِ خدا اور خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جب آپ کسی قبر کے قریب سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اس قدر گریہ و زاری کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر یہاں آسانی ہو تو سب باقی تمام منازل آسان ہو جائیں گی اور اگر یہاں دشواری ہو تو باقی منازل اس سے زیادہ دشوار ہوں گی۔ [جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح]
- اصحابِ رسول ﷺ سے تعلق کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پچاس درہم قرض لیے۔ کچھ دنوں کے بعد جب لوٹانے آئے تو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری مروت کا صلہ ہے۔ [تاریخ طبری، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹]

تاجدارِ ذوالنورین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب "ذوالنورین" یعنی "دو نوروں والا" ہے، کیوں کہ آپ کا نکاح حضور پرنور ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وہ عظیم اعزاز اور شرف حاصل ہے جو ان کی کتاب حیات کا سب سے منفرد اور درخشاں باب ہے، یعنی امام الانبیاء حضور سید عالم ﷺ نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا ہے۔ چنانچہ علماءِ کرام

فرماتے ہیں کہ انسانِ اوّل یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کسی انسان کو یہ عظیم شرف حاصل نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

چنانچہ نزولِ وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ پھر جب آپ حبشہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بیمار ہوگئیں اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں۔ پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی زوجیت سے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سرفراز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

روایت میں ہے کہ ۹ ہجری میں جب دختر رسول حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی سے کر دیتا۔ [اسد الغابہ، جلد ۳، صفحہ ۳۷۶]

جب کہ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح حضرت عثمان غنی سے کر دیتا۔

[ابن عساکر، تاریخ الخلفاء]

صاحب الهجرتین

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب صاحب الہجرتین (دو ہجرتیں کرنے والے) بھی ہے، کیوں کہ آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے۔ پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، جس کو اسلام کی پہلی ہجرت بھی کہا جاتا ہے اور دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

پہلی مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ کے حکم سے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ چناں چہ اس امت کا یہ پہلا کارواں تھا جو اسلام اور حق وصداقت کی خاطر اپنے وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر بے وطن ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ان عثمان اوّل من هاجر باهله من هٰذة الامة---

"بلاشبہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی ہے"---[الاصابہ، حافظ ابن حجر عسقلانی]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کچھ سال تک حبشہ میں رہے اور پھر چند وجوہ کی بنا پر واپس مکہ مکرمہ آ گئے اور اسی دوران مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا سامان پیدا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حکم نبوی ﷺ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان بن گئے اور بعد میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہما کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرما دیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

خوبیاں اور صفاتِ حسنہ

ابن عساکر میں ہے کہ ابن ثور الفہمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو اس وقت میں ان کے پاس گیا تھا۔ آپ نے اپنی دس خوبیاں اور صفات حسنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میری یہ دس خوبیاں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں:

① اسلام میں داخل ہونے والا چوتھا آدمی تھا۔
② حضور اکرم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں دیں۔
③ میں نے گانے بجانے کی محفل میں کبھی شرکت نہیں کی۔
④ میں لہو ولعب میں کبھی مشغول نہیں ہوا۔
⑤ میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی۔
⑥ میں نے کبھی بدکاری نہیں کی۔
⑦ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔
⑧ حضور اکرم ﷺ سے بیعت کرنے کے بعد میں نے اپنا سیدھا ہاتھ کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں لگایا۔
⑨ اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک غلام آزاد کیا، اگر کسی جمعہ کو میسر نہیں ہوتا تو اگلا جمعہ آنے سے پہلے کسی دن غلام آزاد کر دیتا۔
⑩ میں نے ''ترتیب نزول'' پر زمانہ نبوی میں بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

زبانِ مصطفوی ﷺ سے جنت کی بشارت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب اور جلیل القدر صحابی ہیں کہ جن کو حضور نبی کریم ﷺ نے کئی مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی، خاص کر ایک مرتبہ کنواں ''بیر رومہ'' خریدتے وقت اور ایک مرتبہ ''جیش العسرۃ'' (غزوۂ تبوک) کے موقع پر اسلامی لشکر کی تیاری کے لیے قابل قدر ساز وسامان (۳۰۰ سو اونٹ مع سامان) مہیا کرنے کی بنا پر بارگاہِ رسالت ﷺ سے جنتی ہونے کی خوش خبری ملی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار اور آپ سے نسبت وتعلق رکھنے والی ہر چیز سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا وظیفہ باقی صحابہ کرام کی بہ نسبت دگنا کر دیا تھا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے مال ومتاع سے دوسروں کو نفع اور فائدہ پہنچایا۔ آپ نے اپنے بارہ سالہ دورِ خلافت میں بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا بلکہ خلیفۃ المسلمین کے لیے مخصوص اپنا مقرر شدہ وظیفہ بھی عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر تھا، اس حساب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارہ سالہ دورِ خلافت میں تقریباً ساٹھ ہزار درہم کی رقم بیت المال میں مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی تھی۔

جامع القرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں ایک شان دار اور اہم ترین کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم کو لغت قریش کے مطابق رائج کیا اور تمام مسلمانوں کو ایک قراءتِ قرآن پر جمع کیا، اس سے پہلے مسلمانوں کو سات لغات پر قرآن پاک پڑھنے کی اجازت تھی، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے اگرچہ ان لغات میں کوئی فرق نہیں تھا لیکن ساتوں لغات میں بعض الفاظ ایسے تھے جو دوسری لغات سے نہیں ملتے تھے، جس کی وجہ سے ناواقف حضرات دوسری قراءت کی تکذیب (جھٹلانے) کے مرتکب ہو رہے تھے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے اور اس صورت حال کی اصلاح ودرستگی اور امت مسلمہ کو ایک لغت قرآن پر جمع کرنے کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دورِ صدیقی والا نسخہ منگوایا اور اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کر تمام شہروں میں بھجوا دیں اور وہ نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام امت کو ایک قرآن (لغت قریش) پر جمع کر دیا۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "جامع القرآن" کا عظیم لقب دیا گیا۔ چنانچہ آج جو قرآن کریم کا نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

مظلومیت و شہادت

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی غیب داں ﷺ کی زبان مبارک سے یہ علم ہو چکا تھا کہ آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے کہ ایک روز حضور سید عالم ﷺ جبل اُحد پر تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ جوں ہی آپ ﷺ نے جبل احد پر قدم رکھا تو پہاڑ نے (خوشی سے جھومنا اور) ہلنا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے پہاڑ کو ٹھوکر لگائی اور فرمایا:

اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَھِیْدَانِ---

''اے احد پہاڑ! ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں''۔۔۔[صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ۵۲۱]

مخبر صادق حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان مبارک کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ یقین کامل تھا کہ انھیں شہادت کی سعادت حاصل ہوگی۔

اسی طرح حضرت مرہ بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں کا بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ شخص ان فتنوں کے وقت ہدایت پر ہوگا اور مظلوم شہید کیا جائے گا''۔

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل]

اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق پختہ یقین اور ایمان تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو حالت محصوریت میں آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تم سب کو اور خاص کر اصحابِ رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر یہ بات پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان یاد نہیں ہے کہ:

''جس نے جیش العسرۃ (تنگی والے لشکر) کے لیے سامان فراہم کیا، وہ جنتی ہے''۔۔۔

اور کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی یاد نہیں ہے کہ:

''جو شخص رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے گا، وہ جنتی ہے''۔۔۔

تو مدینہ کے اس کنویں کو میں نے ہی رومہ یہودی سے منہ مانگی قیمت پر خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی ہر بات کی تصدیق کی۔

روایات میں آتا ہے کہ ۱۷ ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو جمعۃ المبارک کی رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک ساتھ تشریف فرما ہیں اور حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ:

''عثمان! جلدی کرو، ہم تمہارے افطار کے انتظار میں ہیں''۔۔۔

جب کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عثمان! آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا''۔۔۔

[طبقاتِ ابن سعد: جلد۳، صفحہ۵۳]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ آج ہمارا

وقت وصال قریب آگیا ہے۔ پھر آپ نے لباس تبدیل کیا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد باغیوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو بڑی بے دردی اور سنگ دلی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ۸۲ سال کی عمر میں ۱۸/ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو جمعۃ المبارک کے دن شہید کیا گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وصیت کے مطابق آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں آسودۂ خاک کیا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی

شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور اس خون ناحق سے جو آیت قرآن رنگین ہوئی، وہ یہ تھی:

فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝---[سورۃ البقرہ:۱۳۷]

''پس تمہارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے''---

استاذی المکرم علامہ غلام رسول سعیدی ''عظمت عثمان'' کے عنوان سے ''شرح صحیح مسلم'' میں آپ کی عظمت و بزرگی کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''تمام دنیا کی تاریخ اٹھا کر ایک نظر ڈالیے۔ تاریخ عالم میں آپ کو کہیں ایسی مثال نہیں ملے گی کہ کسی حکمران کے خلاف کچھ لوگ باغی ہو جائیں اور اس حکمران کو اپنی ذات اور اپنی حکومت کے تحفظ کے متعدد وسائل حاصل ہوں، نہ صرف یہ بلکہ جانثار، رفقاء، ارکانِ دولت اور تمام افواج سب اس کے حامی ہوں، باغیوں کے قلع قمع کرنے کے لیے بے تاب ہوں اور بار بار اس حکمران سے باغیوں کی سرکوبی کا مطالبہ کر رہے ہوں لیکن وہ حکمران محض اس سبب سے ان لوگوں کو باغیوں سے جنگ کی اجازت نہیں دیتا کہ کہیں ایک جان کی بقا کے لیے سیکڑوں جانیں ضائع نہ ہو جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے دو ہزار سے بھی کم افراد تھے اور مکان کے اندر اور باہر آپ کے جانثار اس سے کہیں زیادہ تھے۔ آخری وقت تک آپ کے جانثار اور رفقاء آپ سے باغیوں کے مقابلہ اور ان کے محاصرہ کے توڑنے کی اجازت طلب کرتے رہے لیکن آپ کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ:

''میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم ٹکراتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا''---

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہمارے محترم ہیں، ان سے عقیدت

اور محبت ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے، وہ دونوں مجتہد تھے اور اپنے اپنے نزدیک ہر ایک کا موقف اخلاص اور للّٰہیت پر مبنی تھا، وہ دونوں برحق تھے، ہم ان میں سے کسی ایک کے خلاف بھی ایک لفظ سننا نہیں چاہتے۔ ان کی عظمتیں ہمارے دین کا سرمایہ ہیں، اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قریباً پانچ سال تک محض خلافت کے تحفظ کے لیے دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہتا رہا اور شہداء کا انبار لگتا رہا، اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھیے، جنھوں نے چالیس روز تک محاصرہ میں رہنا، ضروریاتِ زندگی سے محروم ہونا اور خندہ پیشانی سے بھوک و پیاس برداشت کرنا گوارہ کیا لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی جان کے لیے کسی ایک مسلمان کے خون کا قطرہ بھی گرنا گوارہ نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ سعادت کسی کے حصے میں نہیں آئی کہ اس نے دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خلافت کا مستقر (دارالحکومت) بنایا ہو، اسلامی حکمرانوں میں وہ دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ تھے۔ انھوں نے اس وقت بھی مدینہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا جب نوکِ خنجر آپ کی شہ رگ کے بہت قریب نظر آرہی تھی۔ تاریخ میں ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی عظیم شخصیت کے جانثار اس پر قربان ہونے کی اجازت چاہتے ہوں، بار بار بے تابی سے تقاضا کرتے ہوں مگر وہ کسی کو اس کی اجازت نہ دیتا ہو، اس کو اپنی جان بچانے کے لیے خطرہ کی جگہ سے نکل جانے کا موقع ملا ہو، مگر وہ عزم واستقلال کا کوہ گراں اپنی جگہ پر قائم رہا ہو۔ اے عثمان! تمھاری عظمتوں کا کیا کہنا، تم نے نہ مکہ کی حرمتوں کو خطرہ میں پڑنے دیا نہ مدینہ کو میدانِ جنگ بننے دیا، نہ اپنی جان کے تحفظ کے لیے دیارِ رسول چھوڑا، نہ اپنے جانثار ورفقاء میں سے کسی کی زندگی کو خطرہ میں پڑنے دیا، حتیٰ کہ آخری وقت میں اپنے بیس غلاموں کو بھی آزاد کر کے نکل جانے دیا اور ظلم وستم کے تمام وار تنہا اپنی جان پر کھیل گئے۔

یوں تو اسلام کے ہر دور میں مجاہدین اسلام اور صاحبان ایمان شہید ہوتے رہے ہیں اور اللہ کے دین کی آب یاری اپنے خون سے کرتے رہے ہیں اور ان شہدائے کرام میں سے کسی کا خون میدانِ بدر میں گرا...... اور کسی کا خون دشت کربلا میں گرتا ہے......

مگر سلام ہو اے عثمان! تمہارے خون پر جو قرآن پاک کی آیات طیبات پر گرا ہے۔ جس جگہ شہید کا خون گرتا ہے، وہ جگہ اس شہید کی شہادت کی گواہی دیتی ہے...... کسی کی گواہی بدر کا میدان دے گا...... کسی کی گواہی میدانِ احد دے گا...... اور کسی کی گواہی سرزمین کربلا

دے گی، مگر سلام اے عثمان! تمہاری عظمت پر کہ تمہاری شہادت کی گواہی قرآن مجید کے مقدس اوراق دیں گے۔ حشر کے دن جو شخص جس حال میں شہید ہوا ہوگا وہ اسی حالت میں اٹھے گا، کوئی شہید سجدہ کرتے ہوئے اٹھے گا تو کوئی شہید احرام باندھے ہوئے اٹھے گا اور سلام ہو تمہاری عظمتوں پر اے عثمان! کہ تم میدانِ حشر میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن پڑھتے ہوئے اٹھو گے۔

[شرح صحیح مسلم: جلد ۶، صفحہ ۹۴۹، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور]

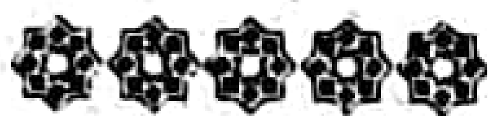
حیاتِ عثمانی کا مثالی نصب العین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ صبر و تحمل کا عظیم نمونہ تھی۔ قبولِ اسلام سے لے کر شہادت تک، آپ کو بے شمار مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آفرین ہے آپ کی سیرت پر کہ آپ نے ہر لحہ صبر و تحمل اور عزم و استقلال کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس بُردباری، صبر و تحمل اور اطمینان و سکون کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ سیکڑوں وفا شعار غلام اور ہزاروں جانثار معاون و انصار باغیوں کے خلاف جنگ کے لیے تیار تھے مگر "ایوبِ وقت" نے مدافعت کی بھی اجازت نہیں دی اور آخری وقت میں بھی کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان اسلام اور عشق رسول میں قربان کر دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی عشق رسول اور اشاعت اسلام کے لیے وقف تھی۔ قبولِ اسلام سے لے کر جام شہادت نوش کرنے تک آپ کا ایک ایک لحہ اور عمل اسلام کے لیے مخصوص تھا۔ آپ نے جس طرح اپنے مال و دولت کو اسلام کے لیے خرچ کیا وہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا، چاہے وہ بیر رومہ کے کنویں کی خریداری کا مسئلہ ہو یا غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کو عسرت و تنگی کا سامنا ہو یا پھر غلاموں کی آزادی ہو، آپ نے ہمیشہ اپنے مال و دولت سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی۔

مال و دولت کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات اور سیرت ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے۔ آپ نے سبق دیا کہ اہل ایمان کو کسی طور پر بھی مال و دولت سے محبت نہیں رکھنی چاہیے اور کبھی بھی "ھل من مزید" کا نعرہ لگا کر مال و دولت جمع نہیں کرنی چاہیے اور اگر اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراوانی اور وسعت عطا فرمائی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا انعامِ خاص سمجھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اور اسلام کی اشاعت اور فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مبارک سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)



کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے "داماد مصطفیٰ" کا اطلاق جائز ہے؟

مفتی محمد لطف اللہ نوری

گزشتہ دنوں ایک مضمون نظر سے گزرا، جس میں یہ تأثر دیا گیا کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو "داماد مصطفیٰ" کہنا ناجائز اور توہین رسالت کے مترادف ہے--- مسئلہ کی وضاحت کے لیے چند سطور پیش کی جاتی ہیں:

ایک بنیادی حقیقت ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ داری بشرطِ ایمان یقیناً مفید ہے، اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے [مثلاً ثین شامی] اور بکثرت احادیث صحاح وحسان اس پر دال ہیں---

دنیا میں اس رشتہ داری کی وجہ سے محبت وتعظیم لازم ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

و الذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ و لرسولہ--- [ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۰]

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان اسی وقت داخل ہوگا جب وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے محبت کرے"---

صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۵۲۶ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے:

ارقبوا محمدا فی اهل بیته---

''نبی کریم کے اہل بیت میں آپ کے ادب و تعظیم کا خیال رکھو''---

اسی صفحہ پر آپ ہی کا یہ فرمان بھی ہے:

و الذی نفسی بیده لقرابة رسول الله ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی---

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یقیناً رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ پیارا ہے''---

اسی صفحہ پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا ذکر ہے---

آخرت میں اس رشتہ داری کا نافع ہونا بہت سی احادیث سے ثابت ہے، متعدد احادیث فتاویٰ نوریہ، جلد ۵، صفحہ ۱۲۰ میں موجود ہیں--- جامع صغیر میں حدیث ہے:

کل نسب و صهر ینقطع یوم القیٰمة الا نسبی و صهری---

''ہر نسبی اور سسرالی رشتہ قیامت کے دن کٹ جائے گا لیکن میرا نسب و سسرال کا رشتہ قائم رہے گا''---

اس حدیث کو صحیح کہا ہے--- پھر مسند احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۳۲۳ میں ہے:

ان الانساب یوم القیٰمة تنقطع غیر نسبی و سببی و صهری---

''بلاشبہ نسب قیامت کے دن کٹ جائیں گے سوائے میرے نسب، تعلق اور سسرال کے رشتہ کے''---

لفظ ''صهـــر'' لغوی طور پر تمام سسرالی رشتوں کو شامل ہوتا ہے، اس میں یقیناً ''داماد'' بھی شامل ہے--- اس پر دلیل مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۶۷ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و نِلْتُ صهرَ رسول الله ﷺ---

''اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے داماد ہونے کا شرف پایا''---

اور مسند احمد، جلد ۴، صفحہ ۱۶۶ اور مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۳۴۴ میں حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ کہنا ثابت ہے:

و نلت صهر رسول الله ﷺ---

''اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کے داماد ہونے کا شرف پایا''---

پھر صحیح بخاری، جلد۱، صفحات ۴۳۸ و ۵۲۸/ صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۲۹۰ اور مسند احمد، جلد۴، صفحہ ۳۲۶ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے داماد حضرت ابوالعاص کی تعریف کرتے ہوئے ان کا ذکر کیا:

ثم ذکر صهرا له من بني عبد شمس فاثنی عليه في مصاهرته---

''پھر آپ ﷺ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر فرمایا اور اس پر داماد ہونے کے اعتبار سے تعریف فرمائی''---

پھر ''داماد'' کے لیے خاص لفظ عربی میں ''ختـــن'' ہے---اس کے حوالہ سے دیکھیں تو خود سرور عالم ﷺ نے ایک موقع پر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے فرمایا:

اما انت یا علي فختني و ابو ولدي---

''بہر حال اے علی! آپ میرے داماد اور میری اولاد کے باپ ہو''---

یہ حدیث مسند احمد بن حنبل، جلد۵، صفحہ ۲۰۴ میں موجود ہے---

اگر کسی کے ذہن میں اشکال ہو کہ آپ ﷺ صاحب حق ہیں، دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں تو ملاحظہ ہو مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ ۷۶/ البدایہ والنہایہ، جلد۵، صفحہ ۲۴۹/ جلد۶، صفحہ ۳۰۲/ تاریخ الخلفاء (امام سیوطی)، صفحہ ۶۸ وغیرہ میں ہے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے کہا:

ابن عم رسول الله ﷺ و ختنه---[الحدیث]

''آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے اور آپ ﷺ کے داماد ہیں''---

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کہا تھا:

اما علي فابن عم رسول الله ﷺ و ختنه---

''بہر حال حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور داماد ہیں''---

یہ حدیث موقوف صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ ۶۷۰ پر مرقوم ہے---

ثابت یہ ہوا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عباس، حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت ابن عمر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو داماد رسول ﷺ کہہ کر ذکر فرماتے ہیں--- کیا یہ حضرات ناموس مصطفیٰ ﷺ سے آشنا نہ تھے؟--- ہرگز نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ''داماد'' کو باعث تحقیر سمجھنا اس کافرانہ عمل کی بنیاد ہے، جس کے تحت وہ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے---تفسیر ضیاء القرآن وغیرہ میں صاف لکھا ہے، حاصل یہ ہے بیٹیوں کو زندہ درگور

کرنے کی رسم کی ابتداء اسی نظریے کے تحت تھی کہ کوئی داماد بنے گا جو باعث تحقیر ہوگا---

ضیاء القرآن، جلد۵، صفحہ۵۰۱ میں ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ان کی جاہلانہ نخوت بھی اس کا ایک سبب تھی، وہ کسی کو اپنا داماد بنانا اپنی توہین سمجھتے.........الیٰ آخرہ''---

اور اسلام نے بیٹی کی عزت وشفقت کا حکم دیا تو اس کے ضمن میں ہی داماد کو وجہ تحقیر سمجھنے کی بھی نفی فرمائی---

عنایہ، جلد۱، صفحہ۹۹/ غنیۃ المستملی، صفحہ۱۲۰/ التعلیق المجلی، صفحہ۷۵/ الحدیقۃ الندیہ، جلد۱، صفحہ۱۳۰ وغیرہ میں ہے:

روی عن ابی حنیفة انه سئل عن مذهب اهل السنة و الجماعة فقال هو ان يفضل الشيخين يعني ابابكر و عمر على الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم و ان يحب الختنين يعني عثمان و عليا و يرى المسح على الخفين---

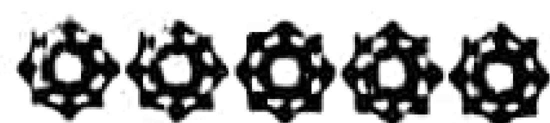
''مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مذہب اہل سنت والجماعت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی صحابہ پر فضیلت تسلیم کرے اور دو دامادوں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے محبت رکھے اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھے''---

بلکہ التعلیق المجلی میں ہے کہ امام صاحب کے اس جواب کا اصل سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

ان من السنة ان تفضل الشيخين و تحب الختنين و ترى المسح على الخفين---

''بلاشبہ مذہب اہل سنت سے ہے کہ تم شیخین کی فضیلت تسلیم کرو اور ختنین سے محبت کرو اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھو''---

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے ''داماد مصطفیٰ'' کے اطلاق کو توہین رسول کہنے والے سوچیں کہ ان کی بے لگام تحریر نے کیسے کیسے ادب والے حضرات کو مرتکب توہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا---العیاذ باللہ



''مرتضٰی مشکل کشا مولا علی''

ایک تاثر

حضرت عالی مقام صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری صرف آپ ہی عظیم محقق نہیں ہیں بلکہ یہ تحقیق و تدقیق وراثت میں ملی ہے۔ آپ کے عظیم المرتبت والد گرامی علیہ الرحمہ پاکستان کے فقیہ اعظم اور دور حاضر کے امام الائمہ سیدنا امام اعظم ؓ کا نقش لاثانی تھے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب سجادگی وراثت میں ملتی ہے تو صاحبزادگان سستی و کاہلی کا شکار ہو جاتے ہیں، مریدین کی محفلوں میں کھو جاتے ہیں اور علم سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، مگر ہمارے پروقار صاحبزادہ عالی وسادہ علم سے وابستہ ہیں، تدریس کو شعار بنایا ہوا ہے اور اس مصروف زندگی میں قلم کی دوستی کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اللھم زد فزد

آپ کے گوہر بار قلم سے درجنوں علمی و فکری کتب منصۂ شہود پر جلوہ ریز ہو چکی ہیں، ملت کی علمی دنیا میں قیادت و سیادت فرما رہے ہیں۔ آپ کی عظیم تصنیف ''مرتضٰی، مشکل کشا، مولا علی'' کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف میرے سامنے ہے، سیدنا امام علی ؓ پر ہزاروں کتابیں اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں لکھی گئی ہیں مگر ایک گروہ نے محبت کے دعووں کے باوجود اپنی تصانیف میں تحقیق سے ہٹ کر جعلی احادیث اور خود ساختہ واقعات کا سہارا لیا ہے اور حضور ابوالائمہ ؓ کے بارے میں تاریخ کو ہی مسخ نہیں کیا بلکہ حضور حیدر ؓ کو مقام الوہیت کا تاج پہنا دیا۔

دوسرے گروہ نے آپ کی عداوت و بغض میں انتہا کر دی ہے اور آپ کے پاکیزہ وجود اور منور زندگی کو گناہ آلود کر کے رکھ دیا ہے اور ترمذی شریف کی اس حدیث کا مصداق بنے ہیں جس میں ارشاد نبوی ہے کہ:

''علی! آپ کے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے، ایک وہ جنہیں آپ کی محبت صراطِ مستقیم سے ہٹا دے گی، دوسرا وہ گروہ جسے آپ کی عداوت تباہ کر دے گی''۔۔۔

حضور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے مزید شرح فرمائی کہ:

''میرے بارے میں وہ گروہ جادۂ مستقیمہ پر ہوگا جو میرے بارے حدِ اوسط پر قائم رہے گا'' ---[نهج البلاغة]

الحمدللہ وہ اہل سنت ہیں جو عظمتِ حیدر کے علم بردار ہیں، مگر ان کے لیے مقام الوہیت نہیں مانتے، انھیں سلاسلِ اولیاء اللہ کا امام مانتے ہیں، ان کی محبت کو اپنے ایمان کی زینت قرار دیتے ہیں، ان کی اولادِ پاک کو اپنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور سمجھتے ہیں۔

ایسی فضا میں جہاں مذکورہ بالا فرقوں کی کتابوں سے دکانیں بھری پڑی ہوں، ایک ایسی کتاب کی دورِ حاضر میں بے حد ضرورت تھی، جو مسلکِ اعتدال کی تعیین کر کے اس کی طرف دعوت دے۔

الحمدللہ! حضرت صاحب زادہ صاحب نے سیکڑوں کتابوں کے حوالوں سے انتہائی تحقیق کے ساتھ کتاب کو مدوّن فرمایا ہے۔ حضور حیدر رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ زندگی کے سب پہلوؤں پر تاریخ کی روشنی میں بھرپور مواد مہیا فرمایا ہے، اصحاب ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) پر سب اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے، تحریر میں تحقیق ہے اور اس کے ساتھ ادبی چاشنی ہے، پڑھنے والا ھل من مزید کا ورد کرتے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اکثر مصنفین خشک عبارتوں سے قاری کے ذہن کو متاثر نہیں کر سکتے، ہمارے مایہ ناز مصنف نے خشکی کو اپنے قریب نہیں آنے دیا، اپنے حسین وجود کی طرح اپنی تحریر کو بھی حسین رکھا ہے۔ قاری حسین تحریر میں کھو جاتا ہے اور تحقیق کے باغ سے پھول چنتا آگے بڑھتا جاتا ہے۔

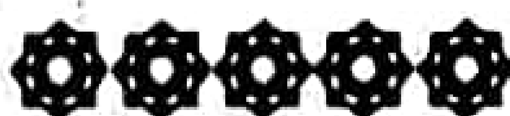
فقیر اس خوب صورت کتاب کی تحقیق پر دل کی گہرائیوں سے حضرت مدقق ابن مدقق اور مفتی ابن مفتی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے:

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

تصانیف کی دنیا میں پر بہار اور پر کیف کتابوں کی بے حد ضرورت ہے اور اس کی کمی کو (دور کرنے کے لیے) اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل اور اس کے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء---

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
۲۲ اپریل ۲۰۰۸ء
منگل

غبار راہ اولیاء
فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی
جامعۃ الزہراء مصریال روڈ
راولپنڈی کینٹ



نعت مولائے کائنات ﷺ

(فارسی)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی "زمین" میں

محبوبِ مرا نیست سوائے شہِ بطحا ﷺ
دارم زِ ازل شوقِ لقائے شہِ بطحا ﷺ

جاہ و حشمِ شاہی عطائے شہِ بطحا ﷺ
ہر تاجورے است گدائے شہِ بطحا ﷺ

دارد نہ حدے جود و نوالِ مہِ بطحا
بے حصر و حساب است عطائے شہِ بطحا ﷺ

ایں بزمِ گل و آب، بہ نیرنگی و ندرت
تخلیق خدا کرد برائے شہِ بطحا ﷺ

مفتاحِ کنوز و نعم حق داد بہ دستش
انداخت خزائن را بہ پائے شہِ بطحا ﷺ

کونین بہ مِلکش مگر او داشت نہ رغبت
از عقل ورا فقر و غنائے شہِ بطحا ﷺ

بنیادِ عقیدہ قوی از حب محمد ﷺ
ایمان توانا زِ ولائے شہِ بطحا ﷺ

از بندِ غم و رنج اگر مخلصی خواہی
کن تذکرۂ روح فزائے شہِ بطحا ﷺ

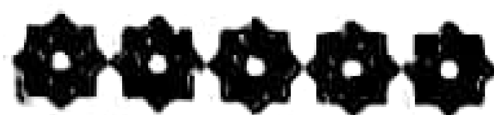
از چارہ گراں نیست مرا حاجت درماں
کافی ست بہ ہر درد دوائے شہِ بطحا ﷺ

ارزانی شود مثلِ بصیری شبے در خواب
اے کاش! مرا نیز ردائے شہِ بطحا ﷺ

وقف است کمالِ سخن و اوجِ فنِ من
با حمدِ خدا، بہرِ ثنائے شہِ بطحا ﷺ

ایں فخرِ ثنا موہبتِ ربِ نبی است
طارقؔ زِ ازل، نعت سرائے شہِ بطحا ﷺ

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



INPAGE\SAFAR17.INP

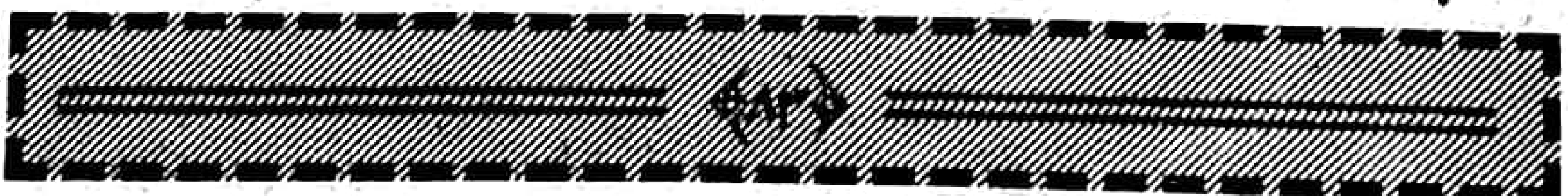
سفرِ محبّت

۱۷ ویں قسط

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

نجف اشرف کافی گنجان آباد شہر ہے' وسیع اور کشادہ سڑکوں' آرائشی فواروں' دنیا جہان کے سامان سے آراستہ و پیراستہ دوکانوں اور زائرین کی کثرت نے شہر کی رونقوں کو دوبالا کر دیا ہے---- ان حسین مناظر کو نگاہوں میں سمیٹتے ہوئے ہم شہر میں داخل ہوئے! گاڑی' حضرت مولائے کائنات کے روضہ مبارکہ کے قریب رکی' ہم سراپا ادب و نیاز بن کر دربار عالیہ کی طرف روانہ ہوئے' روضہ مبارکہ کی عمارت میں داخلہ کے لئے تین بلند و بالا اور بارعب دروازے ہیں' جن پر بڑی مہارت سے میناکاری کی گئی ہے---- سب سے بڑا دروازہ کم از کم ساٹھ ستر فٹ بلند اور تقریباً پندرہ فٹ چوڑا ہو گا' بیرونی دیوار قلعہ نما ہے' جس میں زعفرانی اور زمردی نقش و نگار ہیں---- آستانہ عالیہ نہایت وسیع و عریض' کوئی پینتالیس ہزار مربع میٹر میں پھیلا ہوا ہے' اندر داخل ہوں تو چاروں طرف محرابیں اور حجرے بنے ہوئے ہیں' جنہیں



نہایت اعلیٰ انداز میں مزین و منقش کیا گیا ہے----- یہ حجرے زائرین کی سہولت کے لئے بنائے گئے تھے، مگر اب بعض حجروں میں شیعہ امراء مدفون ہیں----- حجروں سے آگے وسیع صحن ہے، پھر روضہ مبارکہ کی اصل عمارت ہے، جس کے دروازہ کے دونوں طرف بلند وبالا مینار ہیں، جن کا کلس اور بالائی حصہ سونے کا ہے، جب کہ نچلے حصہ پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہے----- دروازہ کو سونے کی اینٹوں اور رنگا رنگ نقاشی سے بے حد مرصع کیا گیا ہے، دروازہ سے گزریں تو بارہ دری کے انداز کی اندرونی عمارت کو دیکھتے ہی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی جنتی محل سامنے ہو----- بارہ دری کی چھتوں اور در و دیوار پر آئینہ بندی اور نقش و نگاری اس مہارت اور سلیقے سے کی گئی ہے کہ فن تعمیر اس پر نازاں ہے، اوپر سے مرکری بلبوں کی روشنی پڑتی ہے، جس سے پوری عمارت بقعہ نور دکھائی دیتی ہے، جسے دیکھتے ہی نگاہیں چکا چوند ہو جاتی ہیں----- بارہ دری سے گزریں تو آگے وہ عظیم ہال ہے، جس میں مولائے کائنات کا مزار اقدس ہے----- ہال کے دروازے کی چوکھٹ اور دروازوں پر سونے کی دبیز اور منقش چادریں چڑھا دی گئی ہیں، اندر داخل ہوں تو کمرے کے وسط میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مزار عالی ہے----- مزار کے گرد جالیاں ہیں، جو قریباً پندرہ فٹ لمبی، تیرہ فٹ چوڑی اور گیارہ فٹ بلند ہوں گی----- جالیاں خالص سونے کی موٹی چادروں سے بنائی گئی ہیں، جن میں آیات قرآنی، احادیث، اشعار اور نقش و نگار کندہ ہیں----- جالیوں کی چھت بھی مکمل طور پر سونے کی ہے----- جالیوں کے اندر آبگینے کی دیوار ہے، جس سے مزار پُر انوار نمایاں ہے، مزار مبارک پر نہایت بیش قیمت مخملی چادریں چڑھائی گئی ہیں----- مزار مبارک کی طرح پورا ہال بے حد سجایا گیا ہے----- بیش قیمت درجنوں سنہری فانوس

ہیں، جن کے عین وسط میں شیشے کا بڑا فانوس آویزاں ہے-----اس پوری عمارت کے حسن و جمال کی منظر کشی سے الفاظ عاجز اور قلم جامد ہے----- یہ مقام "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کا ہمہ پہلو مصداق ہے------

آدم ثانی

جالی مبارک کے اندر دراصل دو حضرات کے مزارات ہیں' ایک حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا اور دوسرے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سیدنا آدم علیہ السلام کی قبر اطہر ہے' مگر تاریخی طور پر اس کی تصدیق نہیں ہوتی----- آپ کی قبر شریف منیٰ کے مقام پر مسجد خیف کے قریب ہے-----(۱)

البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہاں حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ السلام مدفون ہیں کیوں کہ آپ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے' لفظ آدم سے بعض کو مغالطہ ہوا کہ یہ آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا مزار ہے-----

یہاں چونکہ دو عظیم المرتبت حضرات کے مزارات ہیں' اس لئے نجف کے ساتھ "شریف" لگانے کی بجائے اسے "نجف اشرف" کہا جاتا ہے-----

ان دونوں عظیم المرتبت ہستیوں کی جلالت شان مسلّم ہے' ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے-----موجودہ تمام نسل انسانیت سیدنا نوح علیہ السلام کی اولاد اور آپ کی مرہون منت ہے' آپ اللہ تعالیٰ (جل وعلا) کی طرف سے وہ پہلے مرسل ہیں' جنہیں ان کی قوم نے جھٹلایا' جس پر آپ نے راہ حق میں ساڑھے نو سو برس تک تبلیغ کی-----

شہنشاہ فقر و درویشی

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذات مصطفیٰ ﷺ سے بہت قریبی خاندانی

تعلق ہے----- مزید براں آپ نے آغوش نبوت میں تربیت پائی----- آپ سیرت نبویہ کے مظہر اتم' اخلاق نبوی کے آئینہ دار اور ظاہری و باطنی علوم میں رسول اللہ ﷺ کے امین اور راز دار ہیں----- علم و حکمت' شجاعت و بسالت اور فقر و درویشی میں اپنی مثال آپ تھے----- خشیت الٰہیہ کا یہ حال تھا کہ ساری ساری رات مصلٰی پر بیٹھے محو عبادت رہتے' اپنی داڑھی مبارک کو مٹھی میں لے کر بارگاہ خداوندی میں یوں آہ و زاری کرتے اور اس قدر تڑپ تڑپ کر روتے' جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو-----سادہ معمولی لباس اور سوکھی اور سخت غذا استعمال کرتے----- تقویٰ کا یہ عالم کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بازار میں بکنے والا غلہ استعمال نہ کرتے کہ کہیں اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے لوٹا ہوا غلہ شامل نہ ہو گیا ہو-----(۲)

آپ کا دارالخلافہ عراق (کوفہ) میں تھا مگر وہاں کی غذا سے پرہیز کرتے اور خاص احتیاط سے ستو وغیرہ مدینہ منورہ سے منگواتے اور بہت کم کھاتے----- فقر و فاقہ کے باعث کمبل خریدنے کی استطاعت نہ تھی' ایک مرتبہ سردی میں ٹھٹھر رہے تھے' عرض کی گئی' بیت المال سے کمبل لے لیں' فرمایا! مسلمانوں کے مال میں کمی اور نقصان مجھے گوارا نہیں ہے-----

آپ مساکین اور اہل دین کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام بجالاتے' تواضع اور انکسار سے کام لیتے-----فرمایا کرتے :

یا دنیا غری غیری قد طلقتک ثلاثا عمرک قصیر و مجلسک حقیر و خطرک کبیر' آہ آہ' من قلة الزاد و بعد السفر و وحشة الطریق-----(۳)

"اے دنیا! تو کسی اور ہی کو دھوکا دے----- میں تجھے تین طلاقیں دے کر جدا کرتا ہوں (جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہوا کرتی) تیری زندگی مختصر ہے----- تیری مجلس حقیر ہے اور تو بہت خطرناک ہے----- آہ! زاد راہ کی قلت' سفر کی دوری اور راستے کی وحشت و ہولناکی"-----

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تابناک شخصیت' علمی و عملی کارناموں کی تفصیل کے لئے احقر کی تصنیف "مرتضٰی' مشکل کشا' مولا علی" کا مطالعہ کیا جائے-----

فقر و درویشی کے اس شہنشاہ نے زر و جواہر اور مال دنیا سے ہمیشہ پہلو تہی کی' مگر آج آپ کے روضہ مبارکہ کے در و دیوار خصوصاً قبہ و مینار سونے میں ڈھلے ہوئے ہیں' سچ ہے دنیا سایہ کی مانند ہے' اس کے پیچھے جتنا بھاگیں' دور ہوتی ہے لیکن اگر اس سے منہ موڑ لیا جائے تو یہ سایہ کی طرح پیچھے پیچھے چلی آتی ہے-----اس جاہ و حشم کی صاحب مزار کو تو ضرورت نہیں مگر غلاموں اور نیاز مندوں کے لئے اظہار عقیدت کا ذریعہ ضرور ہے----- آج جب کہ ہر طرف اعلیٰ عمارتوں کا رواج ہے' اہل اللہ کے مزارات بھی عالی شان بنا دیئے جائیں تو آخر کیا حرج ہے؟-----

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستان فیض ترجمان پر اہل محبت و عقیدت کا ہمہ وقت بے پناہ ہجوم رہتا ہے' درگاہ عالیہ کے حجرے اور وسیع و عریض صحن کھچا کھچ بھرا رہتا ہے' بعض آسیب زدہ مریضوں کو بھی ان کے لواحقین لے آتے ہیں' یہاں اہل تشیع کے نالہ و شیون اور نوحہ و ماتم کا ایک قیامت خیز منظر ہوتا ہے' اس پر مستزاد یہ کہ یہاں میتوں کو دربار مرتضوی کے گرد طواف کرایا جاتا ہے اور باقاعدہ

سات چکر لگوائے جاتے ہیں' کثرت سے جنازے آتے رہتے ہیں' اس ماتمی اور پر شور فضا میں سکون سے فاتحہ خوانی بھی بعض اوقات مشکل دکھائی دیتی ہے' تاہم صاحب مزار کی روحانی توجہ سے حضوری کی کیفیت میسر آجاتی ہے اور گردوپیش کے مناظر سے بے نیاز ہو کر محویت نصیب ہو جاتی ہے -----

حاضری

ہم آستانہ عالیہ پر بصد ادب و نیاز حاضر ہوئے' سب سے پہلے اجتماعی سلام عرض کیا اور پھر سیدنا نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض گذار ہوئے:

السلام علیک یا نبی اللہ
السلام علیک یا نجی اللہ
السلام علیک یا سیدنا نوح
السلام علیک ایھا العبد الصالح
السلام علیک و علی نبینا سیدنا محمد و علی سائر النبیین صلوات اللہ و سلامہ علیھم اجمعین -----

پھر بارگاہ مرتضوی میں یوں سلام پیش کیا:

السلام علیک یا امیر المؤمنین
السلام علیک یا امام المتقین
السلام علیک یا ابن عم الرسول
السلام علیک یا زوج البتول
السلام علیک یا ابا الحسن و الحسین

السلام علیک یا مولانا و مولی الثقلین
السلام علیک یا امام الاتقیاء
السلام علیک یا سند الاصفیاء
السلام علیک یا سید السادات
السلام علیک یا مجمع الحسنات
السلام علیک یا اسد اللہ الغالب
السلام علیک یا علی بن ابی طالب
السلام علیک و علی آلک و رحمۃ اللہ و برکاتہ
کرم اللہ وجہک الکریم و رضی اللہ تعالی عنک و ارضاہ عنا----

حضرت علی کے مزار کی تحقیق

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے بارے میں تواتر کی حد تک تو یہی مشہور ہے کہ آپ نجف اشرف میں مدفون ہیں مگر تاریخی طور پر اس میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے' حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور خلافت میں سازشوں' شورشوں اور فتنوں کا سامنا رہا اور جس طرح آپ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا' ان حالات و واقعات کی نزاکت کا تقاضا تھا کہ آپ کی تدفین کو خفیہ رکھا جائے' خوارج آپ کے سخت دشمن تھے' جس شقی القلب عبدالرحمٰن بن ملجم کے قاتلانہ حملے سے آپ نے جام شہادت نوش کیا تھا' اس کا تعلق بھی اسی فرقہ نافرجام سے تھا----اندیشہ تھا کہ یہ لوگ کہیں آپ کی قبر مبارک کی بے حرمتی نہ کریں' سو آپ کی قبر مبارک کو مخفی رکھا

گیا-----قبر انور کے سلسلہ میں خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے بہت سی متضاد روایات نقل کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامع مسجد کوفہ کے قریب قصر الامارہ میں دفن کیا گیا-----(۴)

ابو زید بن طریف کا کہنا ہے، آپ جامع مسجد کی دیوار قبلہ کے ساتھ باب الورّاقین کے سامنے یزید بن خالد کے گھر میں مدفون ہیں، ایک مرتبہ اس مکان میں کوئی تعمیری کام ہو رہا تھا کہ کھدائی میں آپ کی نعش مبارک بالکل تروتازہ برآمد ہوئی-----(۵)

عبداللہ العجلی بیان کرتے ہیں کہ آپ کوفہ میں کسی جگہ مدفون ہیں مگر قبر مبارک معلوم نہیں-----(۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی تدفین کوفہ میں ہوئی پھر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کے بعد آپ کی نعش مبارک کو یہاں سے مدینہ منورہ لے گئے اور جنت البقیع شریف میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں دفن کیا-----(۷)

بعض روایات میں ہے کہ شہادت کے فوراً بعد آپ کے جسد اقدس کو ایک تابوت میں محفوظ کر کے اونٹ پر سوار کیا گیا، راستے میں اونٹ گم ہو گیا اور قبیلہ طے کے علاقہ میں جا پہنچا-----انہوں نے خزانہ سمجھ کر تابوت کھولا، مگر جب اندر سے نعش برآمد ہوئی تو انہوں نے اسے دفن کر دیا اور اونٹ کو ذبح کر کے کھا لیا-----(۸)

ابو جعفر حضرمی سے منقول ہے کہ (نجف اشرف میں) جس قبر کو لوگوں نے حضرت علی کا مزار سمجھ رکھا ہے، اگر فی الواقع ایسا ہوتا تو میں شب و روز یہیں کا ہو کر رہ جاتا، لیکن در حقیقت یہ آپ کا مزار نہیں ہے بلکہ:

لَوْ عَلِمَتِ الرَّافِضَةُ قَبْرَ مَنْ هٰذَا لَرَجَمَتْهُ بِالْحِجَارَةِ هٰذَاقَبْرُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ-----

"اگر روافض کو صاحب مزار کا نام معلوم ہو جائے تو وہ اسے سنگسار کرنے کی کوشش کریں' یہ مزار دراصل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے----(۹)

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ کے بارے میں ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ آپ افغانستان میں مدفون ہیں اور آپ کی قبر کی مناسبت سیہ علاقہ مزار شریف کے نام سے موسوم ہے----- یہاں بہت عالی شان آستانہ عالیہ ہے' جو مرجع خلائق ہے----- کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے قدیم جھنڈے میں آپ کے مزار کا نقشہ تھا-----

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مزار جہاں کہیں بھی ہو' یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ نجف اشرف میں موجودہ عمارت آپ کی ذات اقدس سے منسوب ہے اور زائرین آپ ہی کی زیارت کی نیت سے حاضر ہوتے اور آپ کی روحانی توجہات سے بہرہ یاب ہوتے ہیں-----

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ معمولی بارگاہ نہیں' آپ کمالات ظاہری و باطنی کے جامع' روحانیت و تصوف کے امام اور صاحب کرامات و تصرفات ہیں' سو ان کی زیارت کے لئے آنے والے اجر و ثواب اور فیوض وبرکات سے محروم نہیں رہتے-----

مزید براں یہ کہ بہت سی کتب میں نجف کا ذکر ہے----- علامہ یعقوب حموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے بھی نجف کے تحت آپ کی قبر انور کا تذکرہ کیا ہے-----(۱۰)

مزار مبارک پر حاضری دے کر باہر نکلے' سامنے چھتا ہوا نہایت پر رونق بازار ہے' جس میں دکانیں مختلف اقسام وانواعِ کے قیمتی سامان سے بھری ہوئی ہیں' یہاں بڑے بڑے کتب خانے بھی ہیں' ہم نے چند مکتبوں کا چکر لگایا' اکثر وبیشتر کتابیں شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کی ہیں-----

جُبّہ

کتابیں دیکھنے کے بعد ہم چھتے بازار میں داخل ہوئے' ایک دکان پر ہمیں ایک عبا (جبہ) پسند آیا' جو اس قدر نفیس' باریک اور اس وضع کا تھا کہ اس میں سے نیچے پہنا ہوا لباس نظر آتا ہے----- قیمت پوچھی تو اس نے دس ہزار دینار بتائے' احباب کی مدد سے پاکستانی کرنسی کا حساب لگا کر بھاؤ تاؤ کیا' بالاخر چھ ہزار دینار میں سودا طے ہو گیا-----

یہاں یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ جبہ کا لفظ عربی میں مستعمل ہے اور احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے لباس مبارک کے ضمن میں اس کا تذکرہ آیا ہے' مگر جبہ کہہ کر طلب کریں تو خالص عربی دکان داروں کے پلے کچھ نہیں پڑتا' اس کا تجربہ ایک بار پہلے ہو چکا تھا' غالباً ۱۹۹۶ء میں مدینہ منورہ میں حاضر تھے----- علامہ محمد عارف نوری صاحب کو اعلیٰ قسم کے جبہ کی تلاش تھی' کئی دکان داروں سے طلب کیا اور انکار کے بعد عقدہ اس وقت حل ہوا' جب ایک جگہ لٹکتے ہوئے جبہ کی طرف اشارہ کر کے "گونگوں" کی عالمی زبان میں پوچھا' تو دوکاندار نے کہا! عبایا' عبایا' یعنی یوں کہو کہ "عبایا" چاہیے----- سو چیز کے اصل مستعمل نام کا علم ہو تو بے حد سہولت رہتی ہے----- اب تو خیر دودھ کے لئے حلیب کا لفظ خاصا مشہور ہو گیا ہے' ۱۹۷۶ء میں جب مدینہ منورہ پہلی مرتبہ حاضری ہوئی' تو

شروع شروع لبن کہہ کر دودھ طلب کیا' تو بجائے دودھ کے دہی مل گیا-----
سابقہ تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے عبایا ہی طلب کیا' لاہور کے ایک تاجر
دوست ساتھ تھے' جن کی وجہ سے خریداری میں آسانی رہی' قارئین سات ہزار دینار
کے جبّہ پر حیران نہ ہوئں' یہ پاکستانی رقم میں صرف دو صد پندرہ (۲۱۵) روپے بنتے
ہیں-----

حضرت ہود و حضرت صالح علیہما السلام

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے روضہ مبارکہ سے چند فرلانگ کے
فاصلے پر ہزاروں سال قدیم قبرستان ہے' جو اپنی قدامت و وسعت کے اعتبار سے
سندھ میں ٹھٹھہ کے مقام پر تاریخی قبرستان سے بھی بڑا ہے-----۱۹۸۹ء میں ہم
نے اس کی قدرے زیارت کی تھی' بلاشبہ اس قبرستان میں ہزاروں رجال دین
آسودہ ہیں----- جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کا مزار بھی اسی قبرستان میں بتایا جاتا ہے----- یہیں حضرت سیدنا ہود علیہ
السلام اور سیدنا حضرت صالح علیہ السلام کا روضہ مبارکہ ہے-----برلب سڑک
واقع قبرستان کے اندر چھوٹی سی پگڈنڈی پر کوئی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر چلیں' تو
سامنے ایک روضہ مبارکہ میں دونوں انبیاء کرام کے مزارات ہیں-----قدیم طرز
کی مختصر سی عمارت پر سادہ سا گنبد ہے' اس تاریخی قبرستان میں محو خواب جملہ اہل
ایمان کے لئے اجتماعی فاتحہ خوانی اور اہل اللہ کے توسط سے دعائے خیر کی گئی-----

شہزادگان امام مسلم

کوفہ و نجف اشرف کی زیارات کے بعد ہماری اگلی منزل کربلا معلیٰ تھی-----

نجف سے کربلا کا فاصلہ اسی (۸۰) کلو میٹر ہے' سڑک ون وے اور وسیع ہے' راستے میں کئی آبادیاں' چھوٹے قصبات اور شہر آتے ہیں----- شاہراہ کربلا سے مختلف شہروں کے لئے کئی سڑکیں نکلتی ہیں' ایک سڑک میسب جاتی ہے' میسب سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر "قریہ اولاد مسلم" ہے' جہاں حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادوں حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات ہیں-----

۱۹۹۸ء میں ہم نے یہاں حاضری دی تھی----- آستانہ عالیہ کے وسیع صحن میں داخل ہوں تو دروازے کے بائیں جانب عالی شان روضہ مبارکہ ہے' جس مین اہل بیت کرام کے دو غنچہ ہائے نازنین آرام فرما رہے ہیں----- یہ شہزادے اپنے والد گرامی حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ آئے تھے اور انہیں نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا----- یہاں کی حاضری نہایت رقت آمیز تھی----- تھوڑی دور حضرت عون بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مزار مبارک ہے' یہاں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا-----

کربلا معلیٰ

گاڑی تیزی سے کربلا معلیٰ کی طرف رواں دواں تھی' کچھ دیر بعد آبادی کے آثار دکھائی دیئے' شہر کے باہر دور ہی سے سیدنا امام عالی مقام اور حضرت عباس علم دار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سنہری روضے اور ان کے بلند و بالا طلائی مینار دکھائی دیئے-----

(کربلا معلیٰ کی حاضری کے مفصل احوال ہم محرم الحرام کی مناسبت سے "نورالحبیب" محرم الحرام ۱۴۱۸ھ' مئی ۱۹۹۸ء میں پچیس (۲۵) صفحات پر مشتمل

"سفر محبت" کی تیسری قسط میں بیان کر چکے ہیں-----)

کربلا معلیٰ کی حاضری کے بعد ہم بغداد شریف میں اپنے ہوٹل واپس پہنچے-----

زیارات بغداد

اگلے دن پیر تھا' آج ہمیں دیگر زیارات کے علاوہ پیر پیراں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار پر چادر پوشی کی سعادت حاصل کرنا ہے-----اس کے لئے سجادہ نشین دربار غوثیت مآب سے عصر کے بعد کا وقت طے کر رکھا تھا----- ناشتہ کے بعد زیارات کے لئے نکلے' سب سے پہلے بارگاہ غوثیت میں حاضری دی اور پھر بغداد کے قدیم قبرستان کا رخ کیا-----(جاری ہے)

حواشی

۱...... تفسیر فتح العزیز' جلد ۱' صفحہ ۳-۲-۱۷

۲...... طبقات کبریٰ للشعرانی' جلد ۱' صفحہ ۱۸

۳...... مصدر سابق

۴...... تاریخ بغداد' جلد ۱' صفحہ ۱۳۶

۵...... حوالہ سابق' صفحہ ۱۳۷

۶...... ایضاً' ۱۳۶

۷...... ایضاً' صفحہ ۱۳۸

۸...... ایضاً' صفحہ ۱۳۸

۹...... ایضاً' صفحہ ۱۳۸

۱۰...... معجم البلدان' جلد ۵' صفحہ ۲۷۱

گل ہائے مودت ومحبت

بخدمت تاجدار ہل اتی مشکل کشا مولائے کائنات
ابن عم رسول، زوج بتول، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سال شہادت: ۴۰ھ — بہ الفاظ بحساب ابجد — "بوئے حبیب"

ابن عم شافع محشر علی المرتضیٰ — نسبتی فرزند پیغمبر علی المرتضیٰ
شہر علم و آگہی کا در علی المرتضیٰ — شیر یزداں، ضیغم سرور علی المرتضیٰ
کبریا کے خاص بندوں میں ہے حیدر کا شمار — قرب یاب جانِ پیغمبر علی المرتضیٰ
خود حبیب حق نے فرمائی ہے جس کی تربیت — وہ بہیں بخت و بلند اختر علی المرتضیٰ
مطلع عشق رسالت کا وہ خورشید منیر — منزل توحید کا رہبر علی المرتضیٰ
وہ خدا کے گھر ہوا پیدا، نبی کے گھر پلا — جس کی بیوی بنت پیغمبر، علی المرتضیٰ
تاجدار کشور عرفاں، امام الاولیا — قاسم فیض شہ کوثر علی المرتضیٰ
ذات پاکِ حیدر کرار، بسم اللہ کی "با" — علم کا، دانائی کا پیکر علی المرتضیٰ
کردیے کتنے ہی لاینحل مسائل اس نے حل — بافراست اور دیدہ ور علی المرتضیٰ
بوتراب و تاج دار ہل اتیٰ زوجِ بتول — نور چشم ساقیٔ کوثر علی المرتضیٰ
ختم اس کی ذات پر ہیں معرفت کے سلسلے — معرفت کا مرکز و محور علی المرتضیٰ
مقتدائے اہل ایماں، جانشین مصطفیٰ — مرشد اہل صفا حیدر علی المرتضیٰ
رہنمائے سالکانِ رہ گزارِ معرفت — آسمان فقر کا نیر علی المرتضیٰ
اس کی پاکیزہ حیات، عکاس فقر مصطفیٰ — بے نیاز جاہ و مال و زر علی المرتضیٰ
قانع و صابر، کشادہ ظرف، جواد و کریم — مونس سائل، گدا پرور علی المرتضیٰ
نام اس کا لرزہ خیز اعدائے ملت کے لیے — مرد افگن صف شکن صفدر علی المرتضیٰ
جب حق و باطل میں کوئی معرکہ برپا ہوا — تیغ بازوں میں نمایاں تر علی المرتضیٰ
وہ محافظ حصن دین سید الکونین کا — قلعۂ باطل کا غارت گر علی المرتضیٰ
وہ نگاہِ مصطفیٰ کا انتخاب آخریں — کامیاب غزوۂ خیبر علی المرتضیٰ
لاکھ مرحب بھی اسے مغلوب کر سکتے نہیں — ڈھال ہیں اسلام کے سر پر علی المرتضیٰ
لحمک لحمی سے طارق ان کی عظمت ہے عیاں — مصطفائی شان کے مظہر علی المرتضیٰ

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

منقبت سیدنا عثمان غنیؓ

کس طرح مجھ سے بیاں ہو شانِ عثمانِ غنیؓ
شاہ بطحا خود ہیں مدحت خوانِ عثمانِ غنیؓ

بخش دیں میرِ حرم نے اپنی دو شہزادیاں
کتنی پیاری ہے نبی کو جانِ عثمانِ غنیؓ

عشق سرکارِ مدینہ ، اتباعِ شاہِ دیں
دینِ عثمانِ غنیؓ ، ایمانِ عثمانِ غنیؓ

منتشر اجزائے قرآنی کو یکجا کر دیا
ملتِ بیضا پہ ہے احسانِ عثمانِ غنیؓ

ہر ضرورت پہ کیا ملت پہ تن ، من ، دھن فدا
خدمت ملت سر و سامانِ عثمانِ غنیؓ

دیکھ کر دربارِ ذوالنورین کا فقر و غنا
بن گئے حسنین بھی دربانِ عثمانِ غنیؓ

بے تعرض ہو گئے کتنی خموشی سے شہید
امن و اطمینان تھا ارمانِ عثمانِ غنیؓ

ہیں مجھے فیضان ، صدیق و عمر جاں سے عزیز
میرے دل پر نقش ہے فرمانِ عثمانِ غنیؓ

پروفیسر فیض رسول فیضان

